ڈراما

سلطان ٹیپو

عرف

شیر میسور

مصنفہ

منشی محمد غلام قادر صاحب فصیح

جسے میاں فضل علی [illegible]

پنجاب [illegible] سیالکوٹ

نے شائع کیا

مطبوعہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

(باہتمام [illegible])

قیمت ۱۲ ؍

دیباچہ

اس ڈرامہ میں سلطان ٹیپو کے عہد کے واقعات حالات اور خیالات مذکور ہیں جبکہ انگریز بغرض
تجارت کی خاطر ہندوستان میں پہنچ پاؤں جما رہے تھے اور کمپنی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم
جو پہلے صرف کمپنی کی تجارت کا فروغ چاہتے تھے کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت انگریزوں کے بارے میں
ہندوستانیوں کے مختلف خیالات تھے بعض تو انہیں اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کو
کا نام سمجھتے تھے۔ اور بعض ان کو اپنے حق میں مضر خیال کر کے ان کو ایذا پہنچاتے
تھے۔ یہ وہ پہلو اس ڈرامہ میں وضاحت کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ اس وقت
ذی ہوش ہندوستانیوں کو یہ خیال تھا اور نیز خود انگریزوں کو یہ امید تھی کہ خدا کو یہ منظور ہے کہ
بہت جلد ہندوستان کی طوائف الملوکی اور بدنظمی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور تمام ہندوستان ایک
شہنشاہ کے زیر نگیں امن کے ساتھ بیٹھ جائے گا۔

اس ڈرامہ میں مشہور اساتذہ کی غزلیں اور روشن ضمیر صلحا کی مناجاتیں مناسب
موقعوں پر اس لئے درج کی گئی ہیں کہ اگر کوئی تھیٹریکل کمپنی یہ کھیل کرے تو سامعین کا گانا
سننے کا مذاق پورا ہو سکے۔ ورنہ ان کو نکال دیا جائے تو نفس مضمون اور عبارت میں کوئی
خلل نہیں پڑتا۔

دراصل اردو ڈرامہ نویسی اور پنجاب کی تھیٹریکل کمپنیوں میں اصلاح کی یہ پہلی
کوشش ہے۔

فصیح



مولوی غلام قادر فصیح (مرحوم)
مؤلف
تاریخ اسلام و سلطان ٹیپو

سلطان ٹیپو

معروف

شیر میسور

پہلا ایکٹ

پہلا سین

جنگل

ابراہیم خاں - الٰہی! کس شدت کا طوفان ہے - بادل کی گرج سے دل دہلتا ہے - بجلی کی چمک آنکھیں خیرہ کر رہی ہے - بارش موسلادھار برس رہی ہے - ہوا اڑائے لئے جا رہی ہے - کوئی گاؤں کوئی جھونپڑا دکھائی نہیں دیتی - کیسی مشکل [illegible] ہیں - اگر پچھلے گاؤں میں ٹھہر جاتے تو کیا ہی اچھا ہوتا - مگر میں نے اصرار کیا کہ آگے بڑھیں - سرنگا پٹم پہنچنا ضروری ہے - حیدر آباد سے چل کر یہ مشکل پیش آئی ہے - اب اس طوفان سے بچنا مشکل ہے - اتنی بڑی جماعت کہاں آرام کریگی - ہماری تو خیر ہے بیگم زادی کہاں بسر کریگی - زیادہ تشویش تو اس کے لئے ہے - اچھا اللہ کوئی چارہ نہیں - انہی درختوں کے نیچے کچھ دیر سستا لیں - [illegible]

ٹھیک نہیں۔ میں اسی جگہ خانصاحب
کا انتظار کرتا ہوں۔ جب مطلع صاف
ہوگا۔ تو آگے قدم بڑھائیں گے۔ خان
صاحب ناراض تو مجھ پر ہونگے۔ کہیں
نے کوئی جا پناہ تلاش نہیں کی۔ مگر میرے
کیا اختیار میں ہے۔ آسمانی لشکر آج
متحد ہو کر چڑھائی کئے ہوئے ہیں۔ خدا
ہی انکی دست برد سے نجات دے
تو دے۔ ہم عاجز بندوں کی کیا طاقت ہے؟
آہ! انسان کیسا مغرور اور متکبر ہے
کیسا نخوت شعار اور ستمگار ہے ذرا
بھی اختیار مل جائے تو ابنائے جنس
کو پاؤں میں روندتا ہوا چلتا ہے۔
ذرا سی حکومت حاصل ہو تو ہمجنسوں
کو کیسا ذلیل اور تنگ کرتا ہے بالکل
اپنی پیدائش بھول جاتا ہے۔ اور فرعون
بے سامان بن جاتا ہے۔ مگر خدا جلد
اسکی کمزوری اس پر ظاہر کرتا ہے
وہ جلد دیکھ لیتا ہے کہ وہ ایک ضعیف
انسان ہے۔ وہ ایک کمزور ہستی ہو
اور اس کے کچھ اختیار میں نہیں۔
میں ایک مشہور تیغزن ہوں

بڑے بڑے معرکوں میں میں نے کار
نمایاں کئے۔ ایک سپاہی سے میں
اب رسالدار ہوں۔ دو دفعہ میں نے
اپنے سردار خاں صاحب کی جان بچائی
میری تلوار کے جوہر مشہور ہیں۔ مگر
آج میری کچھ حقیقت نہیں طوفان
کو دور نہیں کر سکتا۔ بادل کو نیست نہیں
کر سکتا۔ ہوا کو روک نہیں سکتا۔
بجلی کی چمک کو ماند نہیں کر سکتا۔
میں آج اتنا ہی نہیں کر سکتا۔ کہ
اس طوفان سے بچنے کے لئے کوئی
پناہ ہی مہیا کروں۔ وزیر زادی کی
آسائش کا کچھ انتظام ہی کروں۔
خدائی لشکر نے مجھے سخت مغلوب
کر دیا ہے۔ نہ میری تلوار کچھ کام دے
سکتی ہے اور نہ میری شجاعت ہی
کسی کام آسکتی ہے۔

آج پہلا دن ہے۔ کہ میں خاں
صاحب کے کسی کام نہیں آیا میری
غیرت مجھے جلا رہی ہے۔ میری
وفاداری مجھے ستا رہی ہے۔ میں
خاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤنگا

میں نے انہیں اور انکی بھتیجی کو اس
مصیبت میں ڈالا۔ مجھے کیا معلوم تھا
کہ طوفان ہمیں گھیر لیگا۔

خانصاحب پہلی دفعہ مجھ پر
ناراض ہونگے۔ میں انکی ناراضگی
برداشت نہیں کرسکتا۔ میں نے
نالائم لفظ کبھی نہیں سنا۔

اے خدا! کڑکتی ہوئی بجلی گری
اور ابراہیم مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

داؤد خان اور زلفو باورچی
آتے ہیں۔

داؤد خان۔ کہو زلفو کیا حال ہے
تم مشہور باورچی ہو۔ بتاؤ اس طوفان
میں کیا مزہ ہے؟

زلفو۔ طوفان کا مزہ! کیا خوب
کہی۔ میرا تو وحشت کے مارے دل
نکل رہا ہے۔ کہاں میں شاہی باورچی
اور کہاں یہ طوفان قیامت ہے
میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ مجھے
اس طوفان کی خبر ہوتی۔ تو میں
حیدرآباد سے قدم باہر نہ نکالتا۔

داؤد۔ تم نوابوں کے باورچی رہے
جو گھر سے قدم نہیں نکالتے۔ سپاہیوں
کا باورچی بنتا کچھ ہنسی کھیل نہیں۔

زلفو۔ میں سخت پشیمان ہوں خان
صاحب زبردستی لے آئے۔ وزیر صاحب
مرحوم کا میں قدیمی نوکر تھا۔ خان
صاحب نے اپنی طرف سے مہربانی
کی۔ کہ مجھے نوکر رکھ لیا ہے مجھے اس
تکلیف کی خبر ہوتی تو میں بے کار
رہتا۔

داؤد۔ کوئی نسخہ یہاں بھی استعمال
کرو کہ طوفان دور ہو جائے۔

زلفو۔ بھئی۔ تم عجیب آدمی ہو۔ ایسی
مصیبت میں تمہیں تمسخر سوجھتا ہے۔
میں قورمہ پلاؤ۔ فرنی۔ اور قتیفن کے
نسخے جانتا ہوں میں اس طوفان
کو کیا جانوں۔ جس میں نہ نمک نہ مرچ
نہ ہلدی اور بے روغن ہی جوش
میں آرہا ہے۔ میرا تو اس نوکری
کو سلام۔

داؤد۔ واہ! تم ہی کیسے نکمے ہو
خان کی تم پر ایسی مہربانی۔ ایسی معقول
تنخواہ اور ہر طرح کی آسائشیں۔ اس

بھی تم شاکی ہو۔ بھلا بتاؤ تو سہی
اگر تم کو دو دن برابر فاقہ رہنا پڑے
تو تم کیا کرو؟

زلفو۔ فاقہ؟ توبہ توبہ! میں تو
ایک ہی فاقہ سے مر جاؤں۔ بھلا
کوئی انسان ایک فاقہ کر کے زندہ
رہ سکتا ہے۔ دن میں برابر چار
دفعہ کھانا نہ ملے تو غش کی نوبت
پہنچتی ہے۔ مجھ کو تو شام کی فکر لگی
ہوئی ہے اگر اس طوفان سے بچ
بھی گئے۔ تو بھوکوں مریں گے۔ میری
انتڑیوں میں ابھی سے ہل چل پڑی
ہے۔ (بادل کا گرجنا زلفو کانپ کر)
اے شیخ سدو! میں تیری ڈیڑھ
دمڑی کی شیرینی دونگا۔ مگر اس
طوفان سے نجات ملے۔

داؤد۔ شرم! شرم! زلفو بھی
مرد بنا ہے۔ مجھ سے تو عورتیں اچھی
ہیں جو اس طوفان سے گھبراتی نہیں
اگر تجھے میدان جنگ میں جانا پڑے تو
تو تیرا کیا حال ہو؟

زلفو۔ سپاہی جی مجھے جنگ میں جانے
کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے تو تلوار
دیکھکر خوف آتا ہے۔ پہلے میں حجام
تھا۔ استرا چلانا جانتا ہوں اور
وہ بھی کوئی سر آگے رکھدے تو
کبھی کسی کا پھوڑا چیر دیا۔ مرہم پٹی
کردی۔ تیر۔ تفنگ۔ تلواریں اور
بندوقیں میری بلا جانے۔ کیا میرا
سر دکھتا ہے۔ کہیں جنگ میں
جاؤں۔ میری بادشاہی میرا باورچی
خانہ ہے۔ مرغی ذبح کرنی جانتا
ہوں۔ آدمیوں کو ذبح کرنا تمہارا
کام ہے۔

داؤد! تم بڑے سنگدل ہو۔ بتاؤ
حشر کے روز کیا جواب دوگے؟

داؤد۔ نامرد! ہم سپاہی ہیں ہمارا
کام یہی ہے کہ اپنا سر دیدیں۔ یا
دشمن کا اتار لیں۔ ہم نے سر بیچا
ہوا ہے۔ ہم کو سنگدل نہیں کہتے
بلکہ بہادر اور دلیر کہتے ہیں۔ ہم
بہادر نہ ہوتے تو نواب حیدر علی
کیطرف سے انگریزوں کو کیسے
شکست دیتے جو ہمارا ملک لینے

کے لئے لڑائی کر رہے ہیں۔ تیرے
جیسے نامردوں نے اتنا ملک انگریزوں
کے قبضے میں دبدیا ہے۔ اگر ہم بھی
تیری طرح نامرد ہوں تو بیسو یہ
آج انگریزوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔
زلفو۔ ارے بھائی انگریز ہوں
یا نظام۔ فرانسیسی ہوں یا سلطان
ہمیں تو اپنی روٹی سے غرض ہے
مردہ جائے دوزخ یا بہشت میں
ہمیں تو اپنے حلوے مانڈے سے کام
ہمیں کسی نے افسر تھوڑا بنا دینا ہے
باورچی گیری ہے وہ کہیں نہ کہیں
مل جائیگی۔ میں نے سنا ہے انگریز
باورچی کو بڑی تنخواہ دیتے ہیں۔
اور میری تو ضرور قدر کریں گے
داؤد۔ کیوں نہیں! تمہاری
ضرور قدر کرینگے۔ کسی اونچے
درخت کے ساتھ تم کو پھانسی دیں
گے۔ اور یا سر نیچے اور پاؤں اوپر
کر کے کہیں لٹکا دیں گے۔ تم انگریز
کو نہیں جانتے وہ ہندوستانیوں
پر بالکل اعتبار نہیں کرتے۔ اور کیوں
کریں؟

زلفو۔ مگر ہماری سرکار نظام کے
ساتھ تو وہ بڑی دوستی کا دم بھرتے
ہیں "
داؤد۔ صرف ہماری سرکار سلطان
ٹیپو کی مخالفت کی وجہ سے سرکار
نظام کو دوست بنا رہے ہیں وہ
ایسا نہ کریں تو سلطان ٹیپو آج
انہیں ملک سے باہر نکال دے
ضرورت کی وجہ سے نظام کے ساتھ
دوستی گانٹھی۔ اس طرح وہ تمام
دکن کے مالک بنجائیں گے۔ جیسے
کہ بنگالہ کے بنگئے ہیں۔
زلفو۔ ارے چھوڑ یار کیا باتیں کر
رہے ہو۔ اُن سے بھی کہیں پیٹ بھرتا
ہے۔ چلو کہیں پناہ لیں۔ اور روٹی
کی فکر کریں۔ میری بھوک تمہاری
باتیں سُن کر اور بھی چمک اُٹھی ہے
میں زیادہ معدہ خراب کرنا نہیں
چاہتا۔
داؤد۔ پناہ اور کہاں ملیگی۔ انہی
درختوں میں ٹھیرو۔ خانصاحب

کی سواری آجائے تو جیسا حکم ہوگا
کریں گے"

زلفو۔ تو درختوں کے پتے کھا کر گزارہ
کریں گے۔ رسد وغیرہ کہاں سے
آئیگی"

داؤد۔ میاں پٹھو! ذرا صبر کرو۔
اس طوفان سے چھٹکارا ہوگا تو
روٹی کی بھی فکر کر لیں گے۔ سنو
خانصاحب کی سواری آتی ہے"

(رحیم خاں مع دو سواریوں کے
آتا ہے"

رحیم خاں۔ داؤد۔ زلفو۔ مگر ابراہیم
کہاں ہے؟

داؤد۔ حضور ابراہیم تو ہمیں ملا نہیں
مگر ہم ٹھہر گئے ہیں۔ ابراہیم شاید
آگے گیا ہو۔ کسی کا نشان تو آگے
ملتا نہیں۔

رحیم۔ ڈھونڈو۔ تلاش کرو۔ آواز
دو۔ پکارو۔ ہم اسی جگہ ٹھہرتے
ہیں پالکی آجائے تو آگے بڑھیں
گے"

داؤد۔ اور زلفو ابراہیم کو
ڈھونڈتے ہیں اور اس کا نام
لے لے کر پکارتے ہیں"

رحیم خاں۔ آہ کیسی تکلیف کیسی
مصیبت! میری بھتیجی کیا کہتی ہوگی
اپنے چچا کے ساتھ آئی۔ وہ ابھی
کم سن گھر کی لاڈلی۔ آسائش میں
پلی۔ ان مصیبتوں کو کیا جانے باپ
کا غم ابھی اسے نہیں بھولا۔ کہ یہ
تازہ مصیبت اسے اور آپڑی ہے
مگر خیر اس کا دل مضبوط ہونا چاہئے
سپاہیوں پر کیا کیا مصیبتیں نہیں
آتیں۔ سپاہی کی بیٹی کڑے دل
کی چاہئے۔ اس سفر کی تکلیف اسے
سپاہیانہ زندگی کے قابل بنا دیگی
یوں بھی وہ پٹھان کی لڑکی ہے۔
وہ ضرور دلیر ہوگی"

اتنے میں پالکی آجاتی ہے۔ اور
خان اس کے پاس جا کر ایک درخت
کے نیچے اتار دینے کا حکم دیتا ہے"

زلفو۔ ابراہیم کی لاش دیکھ کر
الٰہی یہ کیا ہے۔ دیکھ داؤد کہیں
ابراہیم تو نہیں۔ کیسا سجدہ میں

گرا ہے۔ دیکھ تو اسے کیا ہوا ہے

داؤد۔ (جھک کر) اوہ! یہ تو ابراہیم کی لاش ہے۔ بیچارہ بجلی کا شکار ہوا ہے" افسوس!

...... ادھر آؤ۔ اسے خانصاحب کے پاس لے چلیں"

زلفو۔ بندے کو تو ڈر لگتا ہے۔ کہیں میں ہی بجلی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ بجلی کو ابراہیم پر گرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ تم ہی اس کو کاندھے پر اٹھا لو۔ میرا تو خوف کے مارے برا حال ہو رہا ہے"

داؤد۔ میں اکیلا کیسے اٹھاؤں۔ پیٹو کھانے کو تو بڑا بہادر ہے۔ اور کام نہیں کر سکتا"

زلفو۔ بھائی یہ تمہارا سپاہیوں کا کام ہے۔ ایک حجام اور باورچی یہ کیا جانے"

داؤد۔ کیوں ناحق باتیں بناتا ہے۔ جلدی اٹھا۔ ورنہ میں خاں صاحب کو جا کر کہہ دونگا۔ جو ضرور تمہاری ہڈی پسلیوں کا قیمہ کرینگے"

زلفو۔ اچھا بھائی! مگر میں تجھ سے کمزور ہوں۔ سر کی طرف سے داؤد اٹھاتا ہے اور ٹانگوں کی طرف سے زلفو۔ مگر زلفو جلدی چھوڑ دیتا ہے) کیوں میں نے پہلے نہ کہا تھا۔ کہ مجھ سے نہ اٹھایا جائیگا۔ میری بات سچ نکلی نہ۔ تم بہادر آدمی ہو۔ اور سپاہی ہو کاندھے پر اٹھا لو"

داؤد۔ (زلفو کو کان سے پکڑ کر اور خوب مروڑ کر) اٹھاتا ہے یا نہیں؟

زلفو۔ (چیخکر) اٹھاتا ہوں۔ (پھر کان مل کر) اچھا داؤد تم نے میرا کان مروڑا تو ہے۔ اگر رات کو تجھے سوکھی روٹی نہ دی تو زلفو نہ کہنا"

(ابراہیم کو دونوں اٹھا کر خانصاحب کے پاس لاتے ہیں)"

رحیم خاں۔ (چونک کر) ابراہیم! ہائیں! اسے کیا ہوا؟

داؤد۔ حضور بجلی سے مرگیا۔"

رحیم خاں۔ افسوس! میرا دلی رفیق۔ میرا مونس۔ میرا غمگسار۔ میدان جنگ میں میرا ساتھ دینے والا۔ بہادر۔ شجاع۔ مشہور تیغزن۔ نمک حلال۔ وفادار۔ آن پر مرجانے والا غیرت کا پتلا۔ حمیت پر مرمٹنے والا میرا دست و بازو۔ پیارے ابراہیم اٹھ۔ میدان جنگ میں ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔ طوفان میں مجھے تنہا چھوڑتا ہے۔ اٹھ اس طوفان سے بچنے کی کوئی تدبیر کر۔ کیا سو گیا؟ ہائیں! کیسی غضب کی نیند سو گیا ہے۔ ع

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

زلفو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوئی گاؤں نزدیک ہے؟

زلفو۔ حضور میں کیا جانوں۔ میں نے تو حیدرآباد سے کبھی قدم باہر نہیں نکالا۔ وزیر زادی کی بدولت یہ جنگل ویرانے دیکھے ہیں۔ ابھی معلوم نہیں کہ کیا کچھ اور دیکھنا ہے۔"

رحیم خاں۔ تو کس سے پوچھیں طوفان تو تھمنے میں آتا نہیں۔ کب تک درختوں کے نیچے پڑے رہیں گے۔

داؤد۔ پالکی کے کہاروں کا جمعدار اس نواح سے واقف ہوگا وہ اس علاقے کا رہنے والا ہے اس سے پوچھیں۔"

رحیم خاں۔ اچھا اسے بلاؤ۔"

داؤد۔ گوپال ادھر آؤ۔"

گوپال۔ (حاضر ہوکر) حضور۔

رحیم خاں۔ کیوں گوپال! گاؤں کتنی دور ہوگا؟"

گوپال۔ حضور کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ طوفان تھم جائے تو ہم ابھی وہاں پہنچ جائیں گے بارش اور ہوا کم ہو رہی ہے یہاں ذرا سستا لیں۔ گاؤں خاصا قصبہ ہے۔ ہر ایک چیز کھانے پینے کو ملے گی۔ اور حضور کو آرام حاصل ہوگا۔ ٹھیرنے کے لئے ایک

بڑی سرائے ہے آپ کو آسائش ملیگی

رحیم خاں۔ بہت بہتر آسمان کھل گیا ہے اور ہوا بھی کم ہوگئی ہے چلو جلدی چلیں۔ مجھے ابراہیم کی موت نے سخت نڈھال کر رکھا ہے۔

داؤد! ایک گھوڑے پر ابراہیم کی لاش رکھ دو۔"

زلفو۔ حضور۔ ابراہیم خاں تو سیدھا بہشت میں گیا ہے۔ اس نے ذرا دم نہیں لیا شہیدوں کی موت مرا ہے میں گاؤں میں پہنچکر اُس کا فاتحہ دلوا دونگا۔ شام سے پہلے وہاں پہنچ جائیں تو اچھا ہے (دل میں) اصل میں تو مجھے اپنی بھوک نے لاچار کر رکھا ہے۔ پہلے آپ کھا لونگا۔ تو پھر کسی کی فکر کرونگا۔ بابا سب کو اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے۔ باقی سب قصہ کہانیاں ہیں۔"

دوسرا سین

(نالہ)

بڑے جوش سے بہہ رہا ہے۔

رحیم خاں اور اس کے ہمراہی آتے ہیں۔"

رحیم خاں۔ یہ کیسی نئی مصیبت سامنے آگئی۔

گوپال! تم نے مجھے دھوکا دیا۔ تم نے نالہ کا ذکر تک نہیں کیا۔"

گوپال۔ حضور مجھے خیال نہ تھا۔ کہ نالہ میں پانی ہوگا۔ یہ بالعموم خشک رہتا ہے۔ آج کی بارش کی وجہ سے اس میں پانی آگیا ہے مگر مضایقہ نہیں ہم پالکی صحیح وسالم دوسرے کنارے پر لیجائیں گے۔"

رحیم خاں۔ اگر تم پالکی صحیح وسالم پار لے جاؤ۔ تو تم کو ایک سو روپیہ انعام ملیگا۔"

گوپال۔ بہت بہتر خداوندا۔

رحیم خاں۔ مگر آمنہ کیوں نہ گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ مجھے ڈر ہے کہیں کہاروں کا پاؤں نہ پھسل جائے۔

گوپال۔ حضور فکر نہ کیجئے۔ کہار بڑے ہوشیار ہیں سنبھل سنبھل قدم رکھیں گے۔ پانی بہت گہرا نہیں۔

اگر ہم جلدی کرینگے تو بآسانی پار
ہو جائیں گے - پانی دمبدم بڑھ رہا
ہے - مبادا کہیں ناقابل گذر ہو جائے

رحیم خاں - مجھے یقین کس طرح
آئے کہ پانی زیادہ گہرا نہیں دیکھو
کس زور سے جا رہا ہے -

گوپال - میرے ہمراہ ایک آدمی دیجئے
میں اُسے پار لئے جاتا ہوں - اس
سے آپ کو یقین آ جائیگا -

رحیم خاں - اچھا زلفو - تم گوپال
کے ہمراہ جاؤ -

زلفو - خداوند مجھے ڈر لگتا ہے -
پانی بڑے زور پر ہے (دل میں)
مجھے خانصاحب نے کیا سمجھ رکھا
ہے - میں بھی کوئی سپاہی ہوں -
حضور داؤد خان کو حکم دیجئے -
وہ بڑا دلاور ہے -

رحیم خاں - اچھا داؤد خاں تم ہی
جاؤ - زلفو مرد نہیں عورت ہے -

زلفو - حضور میں عورت سے بھی
گیا گذرا ہوں - مجھے نالے کودنے
پھاندنے کی عادت نہیں -

گوپال - داؤد خاں ایک دوسرے
کا ہاتھ پکڑے پار چلے گئے "

رحیم خاں - ٹھیک ہے پانی بہت
گہرا نہیں - پالکی نکل جائیگی - اچھا
کہارو پالکی نالہ میں لیچلو - میں
بھی تمہارے ساتھ ساتھ چلتا ہوں
(سب پالکی کے پیچھے نالہ میں جاتے
ہیں)

رحیم خاں - کہارو دیکھو - خبردار
سنبھل کر ہوش سے - آہستہ - اوہ!
پانی چڑھ رہا ہے - قدم مضبوط رکھو
شاباش - شاباش - واہ - آہ -

گوپال (دوسرے کنارے سے)
خبردار! ذرا دائیں - اب ذرا بائیں
ہوش - ہائے پانی کہاروں کے سینہ
تک آگیا - اے بھوانی لاج رکھ
میری شرم رکھ - ہوش - خبردار دیکھیو
سنبھلو - ہشیار - ذرا دائیں ہو جاؤ
میرے بھائیو پانی زیادہ چڑھ گیا
ہے - پالکی ذرا اونچی کر لو - اگلے تم
پیچھے - آرام سے - آہستگی سے - ہوش
کرو - سنبھلو - آہ - میرے نصیب

بچھوٹے۔

اگلے پالکی والے کا پاؤں پھسل گیا۔ اور پالکی گر گئی۔ امینہ کی چیخ نکل گئی۔ رحیم خاں چلاکر امینہ کو پکڑنے کے لئے جھکا اور ڈوب گیا۔

ہمراہی۔ پکڑو۔ پکڑو۔ خان ڈوبتا ہے

بمشکل ہمراہیوں نے اُسے پکڑ کر اُٹھایا اور پار لے گئے۔ پالکی [illegible] کر پار لے گئے۔ مگر امینہ غرق ہوگئی۔ خان کو کنارے پر لیگئے۔ اور جلد ہی اُسے ایک مکان میں لے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد نوجوان قاسم مع چند گاؤں والوں کے نالہ کیطرف آیا۔

قاسم۔ آج نالہ بڑے زور پہ ہے دیکھو پانی کس زور سے بہ رہا ہے! پانی میں وہ کوئی عورت ڈوبی ہوئی جا رہی ہے۔ یارو پکڑو تو میں کودتا ہوں۔

اور قاسم فوراً کود پڑا۔

ہمراہی۔ قاسم نے ناحق جان گنوئی پانی بڑے زور پہ ہے۔ یارو بچھو پار اُتارو۔ اور اسکی طرف رسی پھینکو۔ وہ اُس نے عورت کو پکڑ لیا اب کنارے کی طرف آ رہا ہے پانی اس کی پیش نہیں جانے دیتا جلدی پگڑی پھینکو۔ وہ اس نے ایک سرا پکڑ لیا۔ اب کھینچو۔ واہ واہ!

قاسم امینہ کو اُٹھائے ہوئے کنارے پہ آیا۔

ہمراہی۔ قاسم یہ کون ہے۔ کیا زندہ ہے یا مُردہ ہے؟

قاسم۔ یہ کوئی اجنبی لڑکی ہے کسی بڑے گھرانے کی ہے۔ بالکل بیہوش ہے۔ مگر اس کا سینہ گرم ہے۔ میں اسے گھر لیجاتا ہوں۔ میری ماں اس کو ہوش میں لائیگی۔ اور اسکی خاطر تواضع کریگی۔ جب تندرست ہو جائیگی۔ تو پھر جہاں کہیگی۔ اس کو بھیج دینگے تم مت ہاتھ لگاؤ۔ میں خود ہی اُٹھا لے جاؤنگا۔

قاسم اُٹھا کر چلتا ہوا۔

ہمراہی۔ ابھی بچہ ہی ہے۔ مگر کیسا بہادر ہے۔ کیسی [illegible] اپنی جان کا اس نے کچھ خیال نہ کیا

کیا۔ اس کا باپ بھی بڑا اچھا آدمی تھا
قاسم اُس سے بھی اچھا نکلا ہے۔
کیسی مردانگی کا کام کیا ہے! چلو یارو
ہم بھی چلیں۔ اور قاسم کو مدد دیں
خدا کرے۔ وہ بیچاری بچ جائے۔
کیسی نازنین اور حسین ہے۔ اللہ
میاں کی عجیب حکمت ہے۔ کہ ایسی
نازک حسینوں کو بھی ایسے خطرہ میں
ڈال دیتا ہے"

تیسرا سین

قاسم کا مکان

قاسم کی ماں۔ قاسم کو دیر ہوئی
گھر آیا نہیں۔ طوفان میں کہیں گھر
نہ گیا ہو۔ بادل کی گرج اور بجلی کی
کڑک سے میں تو کانپ اُٹھی۔ خدا
خیر کرے۔ قاسم کو کوئی تکلیف
نہ ہو۔ مجھ بیوہ کا اسی پر سہارا
ہے۔ اسی کو دیکھ دیکھ کر جیتی ہوں
ابھی بچہ ہی تھا۔ کہ اس کا والد گذر
گیا۔ بڑی محنت سے پالا تھا۔ اب
خدا کے فضل سے جوان ہوا ہے
بڑا نیک اور سعادتمند ہے۔ کبھی
مجھے دُکھ نہیں دیا۔ ہر دم میرا ہی
خیال رکھتا ہے۔ اتنی دیر کبھی
باہر نہیں رہا۔ آج معلوم نہیں
کیا سبب ہے۔ ؟ کہیں کسی سے
لڑا نہ ہو۔ بڑا غیرتمند ہے۔ کسی
کی بات برداشت نہیں کرتا۔ کیوں
نہ ہو سید کا بال ہے۔ غیرت اُن
کی ورثہ ہے۔ اس کی جد امجد نے
شہادت قبول کی۔ مگر غیرت کو ہاتھ
سے نہ دیا۔ میں ہمیشہ اُسے نصیحت
ہی کرتی ہوں۔ کہ کبھی کسی سے لڑا
بھڑا نہ کرے۔ ملک میں شورش
بپا ہے۔ کبھی کسی دشمن سے قاسم
کی لڑائی نہ ہو جائے۔ قاسم کو تو
خوف نہیں۔ مگر میرا آخر ماں کا دل
ہے۔ درد آئے بغیر نہیں رہتا۔ میرا
دنیا میں سوائے اُس کے کون ہے
وہی میری آنکھوں کا نور ہے وہی
میرے روح کی تازگی ہے۔

قاسم (دروازے پر)۔ اماں جان

جلدی دروازہ کھولو۔

ماں دروازہ کھولتی ہے۔ قاسم امینہ کو اندر لئے آتا ہے اور ایک توشک پر لٹا دیتا ہے۔

ماں۔ بیٹا یہ کیا لائے ہو؟

قاسم۔ اماں جان یہ نالہ میں بہتی جا رہی تھی۔ میں نے نالہ میں کود کر اُسے باہر نکالا۔

ماں۔ ہائے بیٹا! تم نالہ میں کود پڑے تم نے غضب کر دیا۔ کیا تجھے غریب ماں کا خیال نہ آیا۔ اگر تم ڈوب جاتے تو میرا کیا حال ہوتا۔ جبھی میرا دل گھبرا رہا تھا۔

قاسم۔ اماں جان! اس کو ڈوبتی دیکھکر مجھ سے رہا نہ گیا۔ مخلوق خدا کی امداد کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اگر بیکسوں کی امداد ہم نازک وقت میں نہ کریں۔ تو ہمیں خدا سے امداد پانے کی کیا امید رکھنی چاہئے۔

خدا کیواسطے جلدی اُس کو ہوش میں لاؤ۔ تم اُس کے ہاتھ پاؤں ملو اور میں چائے تیار کرتا ہوں۔

گرم گرم چائے سے اس کو جلدی ہوش آ جائیگا۔

قاسم چائے بنانے جاتا ہے۔ اور اسکی ماں امینہ کے ہاتھ پاؤں ملتی ہے۔ اور کہتی ہے۔

آہ کیسی نازنین ہے۔ کسی اچھے گھر کی لڑکی ہے۔ کیسی پیاری پیاری صورت ہے۔ خدایا وہ بھی دن آئیگا۔ کہ میرا قاسم ایسی دلہن بیاہ لائیگا۔۔

امینہ کچھ حرکت کرتی ہے قاسم چائے لاتا ہے اسکی ماں کچھ ذرہ امینہ کے منہہ میں ڈال دیتی ہے۔ امینہ آنکھیں کھول دیتی ہے

قاسم۔ (خوشی سے) آہا۔ اسے ہوش آ گیا ہے۔ میری محنت اکارت نہ گئی خدا نے بڑا رحم کیا۔ شکر صد شکر۔

امینہ۔ (اٹھ کر) ہائیں۔ میں کہاں ہوں۔ یہ کس کا مکان ہے۔ یہ نوجوان کون ہے۔ یہ عورت کیا ہے میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ ہوش میں ہوں یا بیداری میں۔

چچا صاحب کہاں ہیں اے مادر مہربان! میں کیسے یہاں آ گئی۔

قاسم کی ماں۔ میری بیٹی! تو ملک الموت کے پنجہ میں گرفتار تھی نالہ میں غرق ہو گئی تھی۔ اس میرے جوان بیٹے قاسم نے اپنی جان پر کھیل کر تجھے نالہ سے نکالا۔ اور بیہوش میرے پاس لایا۔ میں نے تجھے مالش کی۔ چادر پلائی۔ اور تیری جان میں جان آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ تو زندہ رہگئی۔

امینہ۔ میں تہِ دل سے اس نوجوان کا اور تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کہ مجھ ایسی ناچیز ہستی کے لئے تمہارے بیٹے نے اپنی جان خطرے میں ڈالی میں کس منہہ سے شکریہ ادا کروں۔

قاسم کی ماں۔ میری بیٹی! یہ تو بتاؤ۔ کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو۔ کس طرح نالہ میں گر پڑیں؟

آمینہ۔ میں حیدرآباد کے ایک وزیر کی لڑکی ہوں۔ چند ماہ گذرے کہ میرا والد فوت ہوگیا۔ میں ہی ایک اُس کی وارث ہوں میری ماں میرے باپ سے کچھ عرصہ پہلے گذر گئی تھی۔ رحیم خاں سردار میرا حقیقی چچا ہے۔ بھائی کی وفات کی خبر سُن کر حیدرآباد میں آیا اور میں چونکہ تنہا تھی۔ اس لئے میری جائیداد کا انتظام کر کے مجھے ہمراہ لایا۔ ہم سرنگاپٹم جا رہے تھے کہ طوفان نے ہمیں گھیر لیا۔ نالہ گذرتے وقت کہار کا پاؤں پھسل گیا۔ میری پالکی اُلٹ گئی۔ پالکی کا دروازہ کُھلا تھا اور میں اُس میں سے نکل کر پانی میں گر پڑی۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ خانصاحب کہاں ہیں؟

قاسم۔ مجھے تو کچھ معلوم نہیں اگر وہ تمہارے ساتھ تھے تو ضرور ہے کہ سرائے میں ٹھہرے ہونگے۔

امینہ۔ خدا کے لئے ان کو خبر کر دو مجھے وہ ضرور میری تلاش میں ہونگے۔

قاسم۔ بہت بہتر میں جاتا ہوں اور خان صاحب کا پتہ دریافت کرکے آتا ہوں ہوں

(قاسم جاتا ہے)

چوتھا سین

بازار

قاسم کا غزل گانا

تمنا یوں تو جیتے جی نہ میرے دل سے نکلیگی
نکلے مگر کسی دن خنجرِ قاتل سے نکلیگی

اگر دشنام وہ دینگے خبر ہیں آہ سی نکلیگا
وہ انکے منہ سے نکلیگی یہ میرے دل سے نکلیگی

عدو سے آجکل ہی ہیں دل انکا پھر ہوا ہے
نہ کیوں مقبول ہوگی وہ دعا جو دل سے نکلیگی

پلا کر اسکو خون اپنا بجھا دی پیاس سوزن کی
دعا ہر دم زبانِ خنجرِ قاتل سے نکلیگی

شبِ غم کو بھٹکنے ہی نہ دیتا میں کبھی گھر میں
خبر کیا تھی کہ آکر یہ بلا مشکل سے نکلے گی

میری مشکل جو حل ہوگی تیری تلوار سے ہوگی
رہِ جنت جو نکلیگی تیری محفل سے نکلیگی

نہ فرقت ہی کہیں ایسی نہ آسائش کہیں ایسی
بیان تکلیف کیا ہے کیوں تمنا دل سے نکلیگی

دلِ ویراں میں رہتی ہے اگر حسرت تو رہنے دو
یہ خود گھبرا کے ہی اجڑی ہوئی منزل سے نکلیگی

عدو کی جان سے میری تمنا ہی ہے وابستہ
ادھر وہ تن سے نکلیگی ادھر یہ دل سے نکلیگی

آہ! کیسا زخمی ہو رہا ہوں اس کو بچاتے بچاتے آپ ہی شکار ہو گیا ہوں قسمت کی بات ہے مجھے کیا خبر تھی کہ میں آپ ہی ملک الموت کو موت کے منہ سے چھڑا رہا ہوں۔ دل ہی آیا تو کہاں۔ جہاں نہ امید وصل نہ توقع دیدار۔ ایک وزیر زادی کیا مجھے کیا سروکار۔ مگر دل ناہنجار نہ مانتا

ہی نہیں۔ وہ پیاری صورت ایسی کھبی
ہے۔ کہ دل سے نکلتی ہی نہیں۔ اگر چاہئے
ہیں عیب ہی کیا ہے یہ کس کے اختیار
میں ہے ع

گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

(نرسنگداس آتا ہے)

نرسنگداس۔ کہو قاسم! کیسی روتی
صورت بنائی ہے۔ کہیں مار کھائی ہے
وہ کون دلیر تھا۔ جس نے میرے شیر
کو پچھاڑا ہے۔ کہیں اکیلے قابو آگئے
ہوگے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا
ہوں۔ پھر دیکھو کیسے بدلہ لیتے ہیں۔

قاسم۔ میرے پیارے نرسنگداس!
کچھ نہ پوچھو۔ جس نے مجھے مارا ہے
اُس سے تم بدلہ نہیں لے سکتے۔ جس
نے مجھے پچھاڑا ہے اُس پر تم غالب نہیں
آسکتے۔ رستم وسام بھی اُس کے سامنے
کمزور ہیں سہراب و اسفندیار بھی اُس
سے کانپتے ہیں۔

نرسنگداس۔ ایسا دشمن تن کون
ہے میں بھی سنوں؟

قاسم۔ وہ سیم تن ایک نوخیز حسینہ ہے
جس کے ابرو کے سامنے خنجر بے آب
ہے۔ اور جس کی پلک کے سامنے تیر کا
زہرہ آب ہے۔

نرسنگداس۔ کیوں نہیں کہتے۔ کہ
حضرت عشق آپ پر سوار ہے۔ کسی
کی نگاہِ ناز کے آپ گھایل ہیں۔ مگر
یہ کونسا لا علاج مرض ہے مرہم وصال
اس کا مجرب علاج ہے۔

قاسم۔ میرے دوست! قسمت نے
وہاں پھنسایا ہے۔ جہاں سے نکلنا محال
ہے۔ مرہم وصال تو کیا۔ شربت دیدار
کی بھی امید نہیں ہے

نظر اک چاند سی صورت پڑی ہے
بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے

نرسنگداس۔ اتنی دور نظر پڑی ہے
حقیقت حال تو سنائیے کیا قاف کی
پری ہے کہ اُس کا شیشہ میں اتارنا
مشکل ہے۔

قاسم۔ ایک عورت کی لاش نالہ میں
بہتی ہوئی نظر پڑی۔ میں نے اُسے
بچایا۔ گھر لیجا کر اُسے ہوش میں لایا
وہ تو بچ گئی۔ مگر میں مار گیا۔ اُس کی

تیرِ نگاہ کا نشانہ بنا۔ حیدر آباد کے وزیر کی بیٹی اور میسور کے سردار کی بھتیجی ہے۔

نرسنگداس۔ خوب وہی جنہوں نے سرائے میں ڈیرا کیا ہے۔ سُنا ہے۔ رحیم خاں بھی ڈوبتے ڈوبتے بچا۔

قاسم۔ ہاں اُس کی بھتیجی کو میں نے غرق ہونے سے بچایا۔ اب میں رحیم خاں کو خبر دینے جاتا ہوں وہ اسے لیکر چلدیگا۔ اور مجھے عمر بھر رونا نصیب ہوگا۔

نرسنگداس۔ ارے بھائی یہ نوجوانی کی باتیں ہیں۔ کھیل کود میں خیال بھول جائیگا۔ تم نوجوان۔ خوبصورت اور بہادر ہو۔ خاندانی بھی ہو کہیں اچھی جگہ شادی ہو جائیگی۔ اور یہ عشق کی ہوا سر سے نکل جائیگی۔

قاسم۔ نہیں میرے پیارے دوست یہ زخم گہرا ہے۔ بھرنیوالا نہیں۔ یہ غم جانگداز ہے دور ہونیوالا نہیں اس خیال کو چھوڑ دو۔ چلو رحیم خاں کو خبر کریں۔

نرسنگداس۔ اچھا چلو۔

(دونوں جاتے ہیں)

پانچواں سین

سرائے

رحیم خاں (داؤد اور زلفو سامنے کھڑے ہیں) او نادانو! مجھے تم نے غرق ہونے سے کیوں بچایا؟ مجھے ہوش میں کیوں لائے۔ تم نے میری بھتیجی کو نہ بچایا۔ تو مجھے کیا بچایا۔

داؤد۔ ہمیں تو حضور کا ہی خیال رہا اور بمشکل یہاں تک پہنچایا شہزادی کا ہمیں گھبراہٹ میں خیال نہ آیا۔ ہمارا قصور معاف کیجئے۔

زلفو۔ حضور تو صحیح سالم بچ گئے۔ مگر لڑکی غرق ہو گئی۔ ہم اب کس منہ سے حیدر آباد جاؤ نگا۔ کیسی بُری گھڑی میں گھر سے نکلا تھا۔ اب میرے لئے دنیں نکالا ہے۔ میں نے شہزادی کے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے مگر پانی زور کا تھا۔ شہزادی غرق ہو گئی۔

داؤد۔ زلفو کیوں جھوٹ مارتا

ہے - تو تو سب سے پہلے کنارہ پر
پہنچ گیا تھا - تجھے تو اپنی ہی فکر پڑی
ہوئی تھی -

زلفو - بھائی میں کوئی تیراک تھوڑا
ہوں - تم ہی پانی کی مچھلیاں ہو بندہ
نے تو کبھی پانی میں قدم تک نہیں
رکھا -

رحیم خاں - یہ جھگڑا چھوڑو - میرا
دل دُکھتا ہے - میری پیاری بھتیجی
کی یاد مجھے لُٹ رہی ہے -
آہ! کمسن - حسین - عقلمند - باحیا -
کہاں ایسی لڑکی مل سکتی ہے -
میرے سب بچے بچپن ہی میں مر
گئے - اور مجھے کبھی اتنا دکھ نہیں
ہوا - میں نے سمجھا تھا کہ یہی میری
قسمت ہوگی - مگر ہائے! میں کیسا
بدنصیب ہوں - کہ وہ بھی میری آنکھوں
کے سامنے تالاب میں غرق ہوگئی اس
سے بہتر تھا کہ میں اسے حیدر آباد ہی
میں رہنے دیتا -

مجھے ساری عمر یہ داغ جلائیگا

آہ! اس نونہال چمن خوبی کو
میں نے کلہاڑی ماری - اس سرو
کی میں نے آپ جڑ کاٹی - میں کمبخت
ہی اس ماہتاب کے غروب ہونے کا
باعث ہوں - اور میں ہی ان تمام سزاوں
کا سزا وار ہوں - آہ! دل کیسا گھبراتا
ہے - کیسی بیقراری ہے - داؤد اٹھو
اُس میری پیاری بیٹی کی تلاش
کرو -

آپ کیا پوچھتے ہیں درد کہاں ہوتا ہے
ایک جاں ہو تو بتاؤں کہ یہاں ہوتا ہے
کھینچ کے سینے سے اگر سانس ذرا آتی ہے
کان میں دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

زلفو - (دل میں) خانصاحب تو پاگل
ہوئے جاتے ہیں - خدا خیر کرے -

داؤد - حضور! جو ہونا تھا ہوگیا تقدیر
کا لکھا مٹتا نہیں - گریہ وزاری بس
کیجئے - آپ سپاہی ہیں -

رحیم خاں - کیا سپاہی سنگدل
ہوتے ہیں - یا اُن کا دل ہی نہیں
ہوتا - سپاہی کا دل جیسے جنگ میں
مضبوط ہوتا ہے ویسا محبت کے
سامنے پانی پانی ہو جاتا ہے الغرض
اور محبت بڑی زبردست چیز ہے
تو کیا جانے میرے دل پہ کیا گذرتی ہے

امینہ کا غم میرے دل کو کھا رہا ہے میری آنکھوں میں جہان تاریک ہو رہا ہے۔

داؤد۔ یہ باہر کوئی بلا رہا ہے۔ زلفو دیکھو تو۔

زلفو۔ (واپس آکر) حضور ایک جوان قاسم نامی ملنے آیا ہے کہتا ہے کہ گاؤں کے پٹیل کا بیٹا ہے میں نے اُسے کہا کہ خانصاحب اس وقت نہیں مل سکتے مگر وہ اصرار کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ ضروری خبر لایا ہوں۔

رحیم خاں۔ آہ۔ کسی نے لاش نکالی ہوگی۔ اچھا اُسے بلاؤ۔

(قاسم اور نرسنگداس دونو آتے ہیں)

رحیم خاں۔ کیوں جی۔ کیا خبر لائے ہو؟

قاسم۔ جناب خانصاحب آپ کی بیٹی آپ کو یاد کرتی ہے۔

رحیم خاں۔ اللہ! کیا وہ زندہ ہے یہ کیا معاملہ ہے۔

قاسم۔ جناب نالہ میں سے اُسے نکالا اور گھر لاکر اپنی ماں کی سپرد کیا۔ اور اُسے ہوش میں لایا۔ مگر بہت کمزور ہے۔ اس لئے جناب کو وہیں بلایا ہے۔

رحیم خاں۔ خدایا تیرا شکر ہے میں گھر پہنچتے ہی تیری نذر دوں گا۔ چلو چلیں۔

چھٹا سین۔

قاسم کا مکان۔

امینہ کا گانا

غزل

غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا — جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا

اُن کے گھر داغ جا کے دیکھ لیا — دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا

کتنی فرحت افزا ہے بوئے وفا — اُس نے دل کو جلا کے دیکھ لیا
کبھی غش میں رہا شب وعدہ — کبھی گردن اُٹھا کے دیکھ لیا
جنس دل ہے یہ وہ نہیں سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
لوگ کہتے تھے چُپ لگی ہے تجھے — حال دل بھی سُنا کے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کرو گے مہر و وفا — بارہا آزما کے دیکھ لیا
زخم دل میں نہیں ہے قطرۂ خون — خوب ہم نے دُکھا کے دیکھ لیا
اس نے خلوت سرا میں بے پردہ — صاف میدان پا کے دیکھ لیا

آہ! مجھے وہ دیکھ گیا ہے۔ مجھے وہ اٹھا کر یہاں لایا ہے۔ کیا اُس کے دل پہ کچھ اثر ہوا ہوگا۔ کہتے ہیں۔ میں خوبصورت ہوں۔ بھلا دیکھوں تو (آئینہ دیکھکر اور مسکرا کر) میری صورت بُری تو نہیں کیا عجب کہ اس کے دل کی بھی یہی کیفیت ہو۔

دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر
از سوئے کینہ کینہ واز سوئے مہر مہر

توبہ توبہ میں ایک شریف کی لڑکی [illegible] دل میں [illegible] کرنا چاہیے۔ شریف لڑکیوں کے دل میں ایسے خیالات کا پیدا ہونا مناسب نہیں۔ مگر اُسے خیال دور نہیں ہوتا۔ تصور ٹوٹتا نہیں۔ اپنے بچانے والے کو پیار کرنے سے میں رُک نہیں سکتی۔ اس کا خیال دل سے دور نہیں کر سکتی۔ میرے بس میں نہیں۔ میں ایک کمزور ہستی ہوں۔ اے خدا میرا معاون و مددگار رہیو۔

قاسم کی ماں۔ (اندر آکر)۔ بیٹی خانصاحب تشریف لائے ہیں۔

اطیبہ۔ اچھا آئیں۔

رحیم خاں۔ (اندر آکر اطیبہ تعظیم دیتی ہے۔ رحیم خان گلے سے لگا لیتا

شکر صد شکر پھر تیری صورت دیکھنی نصیب ہوئی۔

اطیبہ۔ جی مر کر بچی۔ آپ تو خیریت

سے رہے ؟

رحیم خاں۔ (بیٹھ کر) جب تمہاری پالکی نالہ میں گری۔ تو میں تمہیں پکڑنے کے لئے نالہ میں کود پڑا۔ میرا پاؤں پھسل گیا۔ اور میں غرق ہو گیا۔ میرے ہمراہیوں نے مجھے اٹھایا۔ اور عالم بیہوشی میں سرائے میں لے گئے۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تو مجھے تیرا خیال آیا۔ میں دیوانہ ہو گیا۔ اور اگر قاسم مجھے تیری زندگی کی خبر نہ دیتا۔ تو معلوم نہیں کہ میرا حشر کیا ہوتا۔ بس ٹکریں مار مار کر سر پھوڑ لیتا۔

آمینہ۔ اس جوان نے اپنی جان پر کھیل کر مجھے بچایا۔ وہ ایک بیوہ کا ایک ہی بیٹا ہے۔ میرا دل کانپ اٹھتا ہے۔ اگر وہ بھی میرے ساتھ غرق ہو جاتا تو بیچاری بیوہ کا کیا حال ہوتا۔ اس نے بڑی جانبازی کا کام کیا ہے۔ کیوں چچا اس کو کچھ انعام نہیں دینا چاہئے۔

رحیم خاں۔ میری پیاری بیٹی! تو ہی اپنے باپ کی اور میری وارث ہے۔ اگر تو زندہ نہ بچتی تو میری اتنی جائیداد کس کام آتی۔ میں تیار ہوں کہ اپنی نصف جائیداد قاسم کو دے دوں۔

آمینہ۔ تو پھر دیر کیا ہے۔ قاسم کوئی امیر آدمی نہیں۔ اس کا باپ گاؤں کا پٹیل تھا۔ اور گو انہیں آسودہ حالت میں چھوڑ گیا ہے۔ مگر وہ دولتمند نہیں۔ امید ہے قاسم نصف جائیداد لیکر بہت خوش ہوگا۔ اور اس کی ماں بھی بڑی خوش ہوگی۔ اس نے میری از حد خدمت کی اس کی محبت دیکھکر مجھے اپنی مرحومہ ماں یاد آرہی ہے۔

رحیم خاں۔ مجھے تو جائیداد دینے میں کوئی تامل نہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ قاسم ایک معزز خاندان سادات سے ہے۔ اگر یہ تجویز ہم نے اس کے پیش کی تو وہ اس میں ہتک سمجھیگا۔

آمینہ۔ اگر اس میں اس کی ہتک ہے تو کیوں نہ اس کو زیور و جواہرات دے دیں۔ میرے پاس بڑا قیمتی زیور ہے چچا جان یہ سب کا سب اس کو

دیں۔"

رحیم خان۔ زیور اُس کے کام نہیں آسکتا۔ اُس کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ زیور کس کو پہنائیگا۔ ماں اُس کی بیوہ ہے۔ وہ زیور پہن نہیں سکتی۔ یہ بھی تجویز ٹھیک نہیں۔ نقد روپیہ! روپیہ وہ لینے کا نہیں۔

آئینہ۔ تو پھر اُس کو کیا معاوضہ دیا جائے۔ کچھ نہ کچھ تو بطور شکر گذاری اُس کو دینا چاہیئے۔ بچا جان یہ ٹھیک نہیں۔ کہ اُس نے اپنی جان خطرہ میں ڈالی۔ اور ہم اُس کو کچھ بھی معاوضہ نہ دیں۔

رحیم خان۔ ایک تجویز مجھے سوجھی ہے۔ افسوس ہے کہ مجھے پہلے خیال نہ آیا۔ قاسم نوجوان اور بہادر ہے معزز خاندان سے ہے۔ کیوں نہ اس کو شاہی رسالہ میں جس کا میں سردار ہوں بھرتی کیا جائے۔

آئینہ۔ کیا ایسا ممکن ہے۔

رحیم خان۔ کیوں نہیں؟ سلطان ٹیپو کو بہادر آدمیوں کی سخت ضرورت ہے انگریز اس پر حملہ کیا ہی چاہتے ہیں۔ اور سلطان نے قسم کھائی ہے کہ انگریزوں کو اپنے ملک سے ضرور نکال دونگا۔"

آئینہ۔ مگر شاہی سواروں میں بھرتی ہوتا کیا وہ اپنی کسر شان نہیں سمجھیگا؟"

رحیم خاں۔ سواروں میں کیوں بھرتی ہوگا۔ ابراہیم خان کی جگہ اتفاق سے خالی ہوئی ہے میں اوسکی جگہ قاسم کو رسالدار بنا دوں گا۔ صرف سلطان کی منظوری لینی پڑیگی۔ سلطان مجھ پر مہربان ہے اور بہادروں کا خواہاں ہے۔ کیونکہ وہ خود بہادر اور دلیر ہی اسی وجہ سے اُسے شیر میسور کہتے ہیں۔ مجھے امید ہے سلطان ضرور منظور کریگا۔ اور اس طرح ہماری طرف سے اُس کی جان نثاری کا خاطر خواہ معاوضہ ہو جائیگا۔ اور کیا عجب ہے کہ قاسم ابراہیم کیطرح میرا دست و بازو ثابت ہو۔"

آئینہ۔ بلاشُبہ وہ دلیر ہے۔ جس نے ایک ناچیز ہستی کے بچانے کے لئے جو اُس کے لیئے بالکل اجنبی تھی

جان کو معرض خطر میں ڈال دیا۔ وہ اپنے سردار اور سلطان کے لئے جان فشانی کرنے میں کب دریغ کریگا علاوہ اس کے وہ سیّد ہے شجاعت جس کی ایک ذاتی خاصیت ہے۔ مگر اس طرح اس کو گھر چھوڑنا پڑیگا معلوم نہیں وہ راضی ہو گا یا نہیں۔

رحیم خاں۔ وہ تو راضی ہو جائیگا ایک نوجوان مسلمان کے لئے اپنے سلطان کی خدمت کرنی اور اُس کے دشمنوں کے ساتھ لڑنا اور باپ دادا کا نام روشن کرنے سے زیادہ اور کیا خواہش ہو سکتی ہے وہ تو راضی ہو جائیگا۔ مگر شاید اُس کی ماں راضی ہو یا نہ ہو ایک ہی اُس کا بیٹا ہے۔

امینہ۔ اچھا آپ میر قاسم کو راضی کر لیں۔ اور میں اُس کی ماں سے ذکر چھیڑونگی۔

رحیم خاں۔ بہت اچھا۔ تم آرام کرو۔ میں صبح قاسم کے ساتھ ذکر کرونگا۔ اب میں سرائے میں جاتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے آرام کی رات نصیب ہوئی۔ کل صبح خدا کے نام پر خیرات کرونگا۔

رحیم خان جاتا ہے"

ساتواں سین

نرسنگداس

نرسنگداس۔ دوست۔ دوست۔ پیارا دوست۔ بھائی سے عزیز دوست کون دوست۔ قاسم خان پیٹیل۔ بچپن کا دوست۔ من چلا اور پیارا دوست۔ وقت پر کام آنیوالا دوست جان قربان کرنے والا دوست سچا دوست۔ نمونہ دوست۔ دو مسلمان۔ میں ہندو۔ کیسی جوڑی۔ باہم شیر و شکر۔ ایک دوسرے کا ساتھ دینے والے۔ ایک دوسرے پر جان دینے والے۔ ایک دوسرے پر مر مٹنے والے لوگ کہتے ہیں ہندو مسلمان کی کیا دوستی۔ کیوں ہو محبت میں مذہب کا کیا دخل ہے۔ الفت میں ذات کا فرق۔ وہ کمبختوں کے خیال ہیں۔ اُن کے دل تنگ ہیں۔

ہم ایک گاؤں کے رہنے والے
ایک دوسرے کے کام آنے والے۔
غمی شادی میں ایک دوسرے کے
شریک۔ کیوں ہماری دوستی نہ نبھے
جس وقت سے قاسم نے اپنے درد کا
قصہ سنایا ہے۔ میرا دل بھرا ہوا ہے
یوں اس کو تسلی دینے کے لئے میں
نے کئی باتیں کیں۔ مگر میرا دل جانتا
ہے۔ کہ میرے دل پر اس کے غم کا
کیسا اثر ہے کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔
میں نے نصیحت کرنے میں غلطی کی۔
دوست کا کام نصیحت کرنا نہیں۔
اور عشق کے مریض کا نصیحت الٹا
علاج ہے ؎

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

مجھے کوئی چارہ کرنا چاہئے اور چارہ
نہ ہو سکے تو غمگساری کرنی چاہئے۔
نصیحت کیسی؟ جو دوستوں کو ایسے
وقت پر نصیحت دیتے ہیں وہ دراصل
دوست نہیں ہوتے۔ وہ تنگ دل
ہوتے ہیں۔ کہ ایسے وقت پہ دوستی
چھوڑ جاتے ہیں۔ میں اگر قاسم کے لئے
کوئی چارہ نہ کروں۔ تو میری دوستی
کا اس کو کیا فائدہ؟ دوست وہ ہوتے
ہیں جو وقت پہ کام آتے ہیں۔ کیا
تدبیر کرنی چاہئے۔ قاسم۔ رحیم خان
کو سرائے ناک چھوڑنے گیا ہے میں
یہاں اس کا انتظار کرتا ہوں۔ وہ
آ جائے۔ تو کوئی تدبیر کریں۔

"قاسم آیا"

نرسنگداس۔ آیئے دوست! کہو عشق
کا کیا حال ہے؟ کچھ گھٹا یا نہیں۔

قاسم۔ ہاں وہ نشے نہیں جنہیں
ترشی اتار دے۔

نرسنگداس۔ کوئی تدبیر بھی سوچی
ہے؟"

قاسم۔ تدبیر کیسی؟ یہاں تدبیر
کیا کام کر سکتی ہے۔

نرسنگداس۔ تو بس تمام عمر روتے
ہی رہو گے۔

قاسم۔ اور کیا نصیب ہی ایسے کھائی
دیتے ہیں۔ مقدر میں یہی لکھا ہے۔ تو
کیا چارہ ہے۔

نرسنگداس۔ ارے بھائی عشق
لگانے میں تو تم نے بڑی پھرتی کی۔

اب تدبیر کرلے ہیں ہی ایسی پھرتی سے کام لو۔

قاسم - کل سردار ابراہیم خاں جائیگا اور اُس کے ساتھ ہی میری جان ہی جائے گی۔

نرسنگداس - تو کیوں نہ جان کو بھی رکھ لیں۔ تم خاندانی ہو۔ گو امیر نہیں مگر معزز ہو۔ رحیم خاں کو کہہ دو۔ کہ تمہارے ساتھ اُس کی شادی کردے اگر تم سے نہیں کہا جاتا۔ تو میں کس مرض کی دوا ہوں؟ مجھے اجازت دو کہ میں یہ سلسلہ چلاؤں۔ اور جان توڑ کر کوشش کروں۔ ضرورت ہو تو میں اپنی جان مال اور جائیداد سب تم پہ فدا کردوں گا۔ بس سوچتے کیا ہو؟ کہہ دو۔

قاسم - میرے پیارے دوست! تمہیں میری محبت نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ مذہبی رکاوٹ کوئی نہیں۔ مذہب کے رو سے ہم سب بھائی ہیں اور ایک درجے کے ہیں۔ مگر رواج کے لحاظ سے میرے اور ان میں بڑا فرق ہے۔ ذرا سوچو تو وہ ورنہ کی لڑکی۔ اور سردار کی بھتیجی بلکہ کہا جائیداد کی وارث اور میں ایک غریب پٹیل۔ کہاں راجہ بھوج۔ کہاں گنگا تیلی؟

نرسنگداس - ارے بھائی۔ ہم میں تو ذات کا لحاظ ہوتا ہے۔ امیری غریبی کو تو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور تمہاری ذات مسلمانوں میں اعلیٰ ہے

قاسم - ہم میں ایسا ہی رواج پڑ گیا ہے اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ میں نے اُس کی جان بچائی۔ اگر میں شادی کی درخواست کروں۔ تو سردار مجھے کمینہ خیال کریگا۔ کہ میں اپنی خدمت کا ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کی نگاہ میں میری کچھ وقعت نہ رہیگی اور جان جب سُنے گی تو وہ بھی مجھے حقارت سے دیکھے گی۔

نرسنگداس - عشق بھی عجیب چیز ہے۔ لوگ کہتے ہیں عشق میں عقل جاتی رہتی ہے۔ قاسم تیری عقل تو

عشق نے اور تیز کر دی ہے۔ کیا کیا
رعایت تجھے سوجھ رہی ہے۔ دوست
تم پکے عاشق ابھی نہیں بنے۔ تم نے
سنا نہیں "
عشق نہ پوچھے ذات "
ادھر عاشقی کا دعوے ہے اور ادھر
جائز ناجائز فایدہ کا خیال ہے۔
قاسم۔ اگر عشق کے یہ معنی ہیں۔ کہ
شریفانہ خیالات متروک ہو جائیں
تو بندہ واقعی عاشق نہیں۔ میرا دل
گوارا نہیں کرتا۔ کہ میں ان کی نگاہ
میں کمینہ ثابت ہوں۔ میں اپنی جان
پر دکھ درد برداشت کرنے پر تیار ہوں
ہجر میں مرنے۔ جینے پر تیار ہوں۔
مگر اپنے مطلب کے لئے ناجائز فایدہ
اُٹھانے پر تیار نہیں ہوں۔
نرسنگداس۔ تو بڑا ہی شریف ہے
اور مجھے اسی لئے تیرے ساتھ محبت
ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح
تیرے دکھ میں شریک ہو
جاؤں۔ اور کچھ نہیں تو مجھے یہی
تدبیر بتا دو۔ کہ میں تیرا دکھ آدھا
بانٹ لوں "
قاسم۔ میرے پیارے دوست!
تو نے خود بخود ہی میرا دکھ بانٹ
لیا ہے۔ کیا میں سمجھتا نہیں۔ کہ میرے
لئے تیرا دل کیسے کڑھتا ہے۔
کیا میں محسوس نہیں کرتا۔ کہ
میری خاطر تیرا بُرا حال ہو رہا
ہے۔ اور تو کیا کچھ میرے لئے کرنا
نہیں چاہتا۔
مگر میرے دوست پیارے
دوست۔ معاملہ ہی کٹھن آ پڑا ہے
اس مشکل کا حل ہی نہیں اس
مرض کا علاج ہی نہیں۔
نرسنگداس۔ خدا نے کوئی
مرض نہیں بنایا۔ جس کا علاج
نہیں پیدا کیا۔
قاسم۔ بیشک۔
اور میرا بھروسہ بھی اُسی
پر ہے۔ میں خود کچھ نہیں کر
سکتا ہ

دنیا میں کوئی لطف کرے یا جفا کرے
جب میں نہیں بلا سے میری کچھ ہوا کرے

اس جور پر وفا نہ کرے یا وفا کرے
اپنی جگہ نصیب ہے تو ہو تو کیا کرے

آتے ہی ان کو ہوش قیامت بپا ہوئی
مانگی نہیں کیوں دعائیں کہ دن خدا کرے

لذت کو عشق کی غم جاوید چاہیئے
تھوڑی سی زندگی ہے کہاں تک وفا کرے

روز جزا کہیں نہ سوال و جواب ہیں
کچھ گفتگو ہماری تمہاری ہوا کرے

اس التجا کے ساتھ کہا ہے حال دل
جیسے اخیر وقت میں کوئی دعا کرے

دل کی طرح سے جان نہ جائیگی عشق میں
پھر کچھ وفا کرے تو یہی بے وفا کرے

آٹھواں سین

امینہ

خدا بھی کیسا مسبب الاسباب ہے۔ کیسی تجویز نکل آئی۔ مگر کیا وہ ہمارے ساتھ جائیگا۔ کیا اس کی ماں راضی ہو جائیگی۔ اچھا میں اس کی ماں سے کہونگی۔ کیا عجب ہے کہ وہ راضی ہو جائے۔ مگر کیا قاسم کو بھی مجھ سے محبت ہے۔ اگر محبت ہے تو میری طرح اس تجویز کو غنیمت سمجھیگا۔ کیا اس محبت کا انجام نیک ہوگا؟ کیا میرا چچا قاسم کے ساتھ میری شادی کرنے پر راضی ہو جائیگا۔؟ قاسم گاؤں کا ایک پٹیل ہے اور میں وزیر کی لڑکی سردار کی بھتیجی ہوں۔ میرا چچا ایک گمنام آدمی کے ساتھ میری شادی نہیں کریگا۔ ہائے! اگر مجھ سے پوچھے تو میں صاف کہہ دوں مگر نہیں ہم میں لڑکیاں بولا نہیں کرتیں۔ ماں باپ اور ولی کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتیں۔ شرم و حیا مانع ہے۔ میں ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہوں۔ یہ جرأت نہیں کر سکتی۔ غم و الم میں پس جاؤنگی مگر منہہ پر نہ لاؤنگی۔ خاندان کے نام کو بٹہ نہیں لگاؤنگی۔ میرا صبر

خدا پر ہے۔ خدا ہی نے یہ سامان
پیدا کیا۔ خدا ہی نے یہ تجویز سوجھائی
اب خدا ہی اس امتیاز کو بھی دور
کر دیگا۔ قاسم منچلا جوان ہے کیا
عجب ہے کہ وہ فوج میں کارنمایاں
کرے۔ اور اپنے سردار اور سلطان
کی مہربانی حاصل کرے۔ پھر ہماری
شادی میں کیا رکاوٹ پیدا ہو
سکتی ہے۔ رات بڑی گذر گئی ہو
مجھے نیند نہیں آتی۔ دھیان اُس
کی طرف ہے۔ خیال بھولتا ہی نہیں
یہ کیسا خیال ہے کیا یہ خیال دن
رات مجھے ایسا ہی ستائیگا۔ ابھی تو
ابتدا ہی ہے۔ اور میرا یہ حال
ہو رہا ہے۔

امینہ کا غزل گانا

چاہتا ہم کو تو اس کا چاہئے
وہ نہیں چاہتے تو پھر کیا چاہئے
دل کو جب چھپا تو کیا چاہئے
درد بول اُٹھا تڑپنا چاہئے
کان جب آواز سنتے ہیں تیری
آنکھیں کہتی ہیں کہ دیکھا چاہئے
دل میرا کہتا ہے سُنکر شور حشر
یہ نمک زخموں پہ چھڑکا چاہئے
وعدہ آنیکا ہو اُن سے خواب میں
خواب کب آتا ہے دیکھا چاہئے
طالب پردگی ہے مجھ سے عشق
شرم کہتی ہے کہ پردہ چاہئے
امتحان ہے دوست دشمن کا عبث
یہ تو اپنے دل سے پوچھا چاہئے
ترک لذت بھی نہیں لذت سے کم
کچھ مزہ اس کا بھی چکھنا چاہئے
ہے مزاج اُس کا بہت نازک امیر
ضبط اظہار تمنا چاہئے

(اور پھر سو رہنا)

نواں سین

قاسم سویا ہوا

قاسم کی ماں۔ آج قاسم ابھی
تک سویا ہے۔ صبح کی نماز بھی قضا

ہوگئی۔ دن چڑھ آیا ہے۔ پہلے تو اتنی دیر تک نہیں سویا۔ کل سے کچھ اُس کے طور بدلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ رحیم خاں کو چھوڑ کر آتے ہی اپنے کمرہ میں آکر سو رہا۔ میرے ساتھ بات بھی نہیں کی۔ لڑکے کو کیا ہو گیا۔ اے میرے خدا مجھ بیوہ کے فرزند کو جمیع بلیات سے محفوظ رکھ۔ اچھا میں اُسے جگاتی ہوں۔

بیٹا قاسم!

قاسم۔ (آنکھیں ملتے ہوئے) اماں جان! مجھے کیوں جگا دیا۔ میں ایک عجیب خواب دیکھ رہا تھا۔

ماں۔ خواب! کیسا خواب؟ اس سے پہلے تو نے کبھی خواب کا ذکر نہیں کیا۔ آج کیا خواب آیا ہے۔ بھلا میں بھی تو سنوں۔

قاسم۔ اماجان! میں تو حیران ہوں۔ کہ مجھے کیسا خواب آیا ہے کیا دیکھتا ہوں۔ کہ نہایت چمکیلی وردی میرے زیب تن ہے نہایت خوبصورت اور چالاک گھوڑا میرے نیچے ہے۔ اور میں میدان جنگ میں لڑ رہا ہوں۔ پھر یکایک کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک امیرانہ محل میں ایک خوبصورت مہ جبین سے میری شادی ہوئی۔ سردار رحیم خان اور سلطان ٹیپو حلیمہ شادی میں شریک ہیں۔ میری بڑی عزت افزائی ہوئی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ہی میں پھر ایک میدان جنگ میں ہوں۔ خدایا تیری پناہ! کیسا خونریز میدان ہے۔ میرے چار طرف خون کی ندیاں بہ رہی ہیں اس سے آگے میں نے ایسا دردناک نظارہ نہیں دیکھا۔ کہ مجھے اس کے بیان کرنے کی جرأت نہیں۔ ابھی تک وحشت سے میرا دل کانپ رہا ہے۔ دیکھو اماں جان! میرے دل پہ ہاتھ رکھکر دیکھو۔ کیسا دھڑک رہا ہے۔ خدا مجھے ایسا نظارہ نہ دکھائے۔

ماں۔ (سینہ پہ ہاتھ رکھکر) بیٹا!

میں تیرے صدقے۔ تجھ پر قربان۔ کل سے ہی تیرے طور کچھ بدلے نظر آتے تھے۔ ضرور تجھے سایہ ہوگیا ہے میں ابھی کسی سیانے کو بُلاتی ہوں۔ کہ تجھے دم کرے۔ یہ ہیبت ناک خواب اسی وجہ سے آیا ہے۔ بُشیر میاں کریم اللہ سے تجھے تعویذ منگا دیتی ہوں۔ اور کچھ صدقہ اور خیرات کرتی ہوں بیٹا خدا تجھے ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ مجھ دُکھیا کا دل تو تیری ذرا سی تکلیف سے بیٹھ جاتا ہے۔ الٰہی خیر یا کریم یا رحیم میرے بچے کی خیر! یا غفار میرے بچے کی خیر!

قاسم۔ اماں جان تم ناحق فکر کرتی ہو۔ یہ خواب ہے۔ کہاں میں ایک پٹیل اور کہاں افسرانہ وردی۔ اور کہاں وہ معرکے۔ فکر نہ کرو۔ کل سے میرے خیالات کچھ پریشان تھے۔ اس لئے خواب بھی پریشان دیکھا۔ تعویذ کی ضرورت نہیں دم کی کوئی ضرورت نہیں۔ صدقے دینے میں کوئی حرج نہیں۔ صدقہ دیدو۔ یہ ردّ بلا ہے۔

ماں۔ میرے پیارے بیٹے! میری جان میں جان آئی۔ خدا تجھے عمر دے

قاسم۔ امینہ کا کیا حال ہے؟

ماں۔ بیٹا۔ اب وہ اچھی ہیں۔ میں نے چاء تیار کی ہوئی ہے۔ کیا تمہارے لیے لاؤں۔

آواز۔ میر قاسم صاحب! میر قاسم صاحب!

قاسم۔ کون آواز دیتا ہے۔ ذرا دیکھوں تو۔ (قاسم باہر جاکر پھر واپس آتا ہے) اماں جان سردار رحیم خان کا آدمی مجھے بُلانے آیا ہے۔ میں جاتا ہوں۔

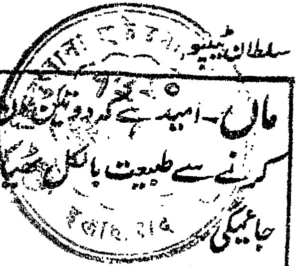
ماں۔ اچھا بیٹا! چاء تو پی لو۔

قاسم۔ نہیں اماں جان۔ میں آکر پی لونگا۔ جلدی بلایا ہے۔

(قاسم چلا جاتا ہے اور امینہ آتی ہے۔)

ماں۔ میری بیٹی۔ سناؤ طبیعت کیسی ہے؟

امینہ۔ الحمدللہ! اچھی ہوں۔ ذرا کمزوری ہے۔



ماں۔ امید ہے کچھ دن اور یہاں آرام کرنے سے طبیعت بالکل ٹھیک ہو جائیگی۔

ابینہ۔ مگر ہمیں تو کل جانا ضرور ہے چچا صاحب ایسا کہہ گئے ہیں۔

ماں۔ ہائیں! اتنی جلدی۔ چار دن رہو۔ جب پوری طاقت آ جائیگی تو چلے جانا۔ جلدی کیا پڑی ہے۔

ابینہ۔ چچا جان بہت جلد سرنگاپٹم پہنچا چاہتے ہیں۔ اصل میں وہ حیدرآباد سلطانی کام پر گئے تھے اور سلطان میسور اُن کا انتظار کر رہا ہوگا۔

ماں۔ اچھا بیٹی میرا کیا عذر ہے اصل میں میری کوئی بیٹی نہیں تھی۔ تجھ سے مجھے بڑی محبت پیدا ہوگئی ہے معلوم نہیں مجھے یاد بھی کریگی یا نہیں۔ امیرانہ محلات اور بارہ دریوں میں یہ غریب گھر تجھے کب یاد آئیگا۔

ابینہ۔ اماں! یہ کیا کہا ہے۔ میں جب تک زندہ رہونگی۔ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو نہیں بھولونگی۔ مجھے ہمیشہ یاد رہیگا۔ کہ میری زندگی آپ کے بدولت ہے۔ اب تک میرا نام ونشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گیا ہوتا۔ اگر تمہارا بیٹا اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجھے نہ بچاتا۔ ہاں اماں چچا کہتے تھے۔ کہ ہم کس طرح اس احسان کا شکریہ ادا کریں۔

ماں۔ بیٹی احسان کیسا؟ اور کس پر۔ قاسم نے ایک مرتی جان کو بچایا۔ یہ اس کا فرض تھا۔ ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ کہ اپنے ابنائے جنس کی مصیبت کیوقت دستگیری کریں۔

ابینہ۔ پھر بھی چاہیے۔ کہ ہم اس کا کچھ معاوضہ ادا کریں۔

ماں۔ بیٹی اس خیال کو دل میں نہ لانا ہم گو امیر نہیں مگر پھر بھی ہمیں کسی بات کی کمی نہیں۔ قاسم اس کو گوارا نہ کریگا اس کا دل رنجیدہ ہوگا۔ اُسے جو خوشی تمہارے بچانے سے ہوئی ہے۔ وہ دور ہو جائیگی۔

ابینہ۔ چچا جان نے پہلے ہی ان باتوں کا خیال کر لیا ہے مگر ہم ایسی طرح معاوضہ ادا کرتے ہیں جس سے قاسم اور آپ کا دل نہیں دُکھیگا۔ اچھا اگر چچا صاحب

قاسم کو سلطانی فوج میں بھرتی کرا دیں۔ اور اس کے لائق اُسے عہدہ دلا دیں تو اس میں آپکو کیا ناراضگی ہوگی۔

ماں۔ یہ دوسری بات ہے۔ اور قاسم سے دریافت کرنی چاہئے۔

اہلیہ۔ مگر آپکی رضامندی بھی تو ضرور ہوگا ہے کیونکہ قاسم کو چچا کے ہمراہ سرنگاپٹم جانا پڑیگا۔ آپ کو اس کی جدائی شاق تو نہیں گذریگی۔

ماں۔ جدائی تو مجھے ضرور شاق گذریگی مگر میں ایسے کام سے بیٹے کو روک نہیں سکتی۔ میں سید کی بیٹی۔ سید کی بی بی۔ سید کی ماں ہوں۔ ہم سب پر سلطان کی خدمت فرض ہے۔ اور ایسے وقت میں جبکہ انگریزوں کے ساتھ وہ لڑ رہا ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے جھنڈے کے نیچے جاکر اُس کیطرف سے اس کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی کریں۔

اہلیہ۔ جیسا بیٹا بہادر۔ ویسی ماں بھی شجاع ہے۔

ماں۔ ہاں مجھے فخر ہوگا۔ اگر میں شہید کی ماں ہونگی۔ میری عاقبت سنور جائیگی۔ مجھے اور کیا چاہئے۔ اگر میرا بیٹا غازی ہے۔ پھر میرے بہشتی ہونے میں شک ہی کیا رہا؟

اہلیہ۔ خدا ہر مومن مسلمان کو نصیب کرے۔

ماں۔ آمین! اچھا بیٹی اب چاہو تو میں ابھی جگہ سے آتی ہوں۔

(ماں چلی گئی)

اہلیہ۔ شکر صد شکر۔ قاسم کی ماں تو راضی ہوگئی۔ اور قاسم بھی راضی ہوجائے گا۔ ہمارے ساتھ چلیگا۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو مراد بر آئیگی مگر یہ دن کیسے کٹیں گے۔ میرا تو بُرا حال ہو رہا ہے۔ جو آگ میرے سینہ میں مشتعل ہے۔ خدا کرے قاسم کے سینہ میں بھی اوس کی ایک چنگاری جا پڑے۔ ع

الفت کا جب مزا ہے کہ وہ بھی ہو بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی
پہلو میں بیٹھے رہا ہو دھواں جل رہا ہو دل

اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوی

رکھو قدم سنبھل کے رہِ عشق میں ہی ۔ آگے ہی جسکو ہو کبھی ٹھوکر لگی ہوئی
یوں کون جانے دردِ محبت کو ناصحا ۔ وہ جانے جسکو چوٹ ہو دل پہ لگی ہوئی
یا رب ہو دل کی خیر کہ شیدہ ہیں مجھے آج کل ۔ ہے گھات میں نگاہِ ستم گر لگی ہوئی
میرا ہی ساحال ہو تمہارا بھی ناصحو ۔ چٹیک تمہیں بھی عشق کی ہو گر لگی ہوئی
ناقوس تک یہ ہیں تو کعبے میں ہے اذان ۔ ہے یاد میرے دوست کی گھر گھر لگی ہوئی
ہو کسطرح سے اپنی محبت کا عرض حال ۔ ہے مُہر خاموشی میرے لب پہ لگی ہوئی

(قاسم کی ماں چار لاتی ہے اور امینہ کو پیالی دیتی ہے)

ماں۔ بیٹی! میں تجھے ہمیشہ یاد کیا کرونگی ۔ مجھے خبر خیریت لکھتے رہنا۔

امینہ۔ کیوں نہیں ضرور خبر بھیجا کرونگی۔ میں آپکو کبھی فراموش نہیں کرونگی اور مرتے دم تک یاد رکھونگی۔

دسواں سین

سرائے

زلفو۔ اچھا ہو گیا۔ سب کچھ ہو گیا۔ ابراہیم خان کا گور و کفن ہو گیا فاتحہ بھی دلوا دیا گیا۔ صدقہ اور خیرات بھی ہو گئی۔ مگر او ہو! شیخ صدو کی ڈیرہ دھڑی کی شیرینی دینی بھول گیا۔ یا شیخ صدو! عاجز پر ناراض نہ ہونا۔ کام بہت تھا۔ نذر دینی بھول گیا۔ ابھی خانصاحب آتے ہیں تو اُن کو کھانا کھلا کر اور بازار سے ڈیرہ دھڑی کی شکر خرید کر بچوں میں تقسیم کر دونگا۔ اے میرے پیر اس عاجز پر نظرِ عنایت رکھنا۔ پھر کبھی نہ بھولونگا اس دفعہ کا قصور معاف کرنا خانصاحب آرہے ہیں۔ میں باورچی خانہ میں جاؤں۔

(زلفو جاتا ہے)

رحیم خاں۔ داؤد! آج ہم ابراہیم کو قبر میں ڈال آئے۔ ایسا رفیق ایسا وفادار اور بہادر کہاں ملیگا۔

داؤد۔ حضور! بیشک ابراہیم خان بڑا بہادر اور جان نثار آدمی تھا۔

مگر تقدیر کے آگے کیا چارہ ہے مرضیٔ مولےٰ از ہمہ اولےٰ۔

رحیم خاں۔ بیشک۔ بیشک۔ ہم سب خدا کے ہاتھ میں ہیں ہم سبنے اُسی کے پاس جانا ہے کوئی آگے کوئی پیچھے۔ مگر ہاں قاسم کی طرف کسی آدمی کو بھیجدیا تھا۔

داؤد۔ ہاں میں نے قبرستان سے ہی قاسم کو بلانے کے لئے ایک آدمی کو بھیجدیا تھا۔ وہ واپس آتا ہی ہوگا۔

رحیم خاں۔ قاسم بڑا خوبصورت نوجوان ہے۔ بہادر بھی ہے۔

ایک سپاہی۔ (اندر آکر اور سلام کہکر۔ حضور باہر قاسم حاضر ہے۔

رحیم خاں۔ اندر آنے دو۔

(قاسم آتا ہے اور رحیم خاں اُٹھ کر گلے لگا لیتا ہے)

رحیم خاں۔ قاسم آج سے تم مجھے باپ کی طرح ملا کرو۔ میں تم کو ایسا ہی سمجھا کرونگا۔ یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ داؤد! تم گھوڑوں کو جاکر دیکھو۔

(داؤد جاتا ہے)

رحیم خاں۔ قاسم تم کو یہ بھی خبر ہے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے؟

قاسم۔ کوئی ایسی صحیح خبر تو ہمیں ملتی نہیں۔ سنتے ہیں کہ سلطان کی انگریزوں کے ساتھ پھر لڑائی ہونے والی ہے۔

رحیم خاں۔ یہ تو صحیح خبر ہے کافر انگریز میسور پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

قاسم۔ مگر انگریز کیوں سلطان سے لڑتے ہیں۔ سلطان نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ سلطان اُنکے ملک پر حملہ کرنے نہیں گیا۔ پھر اس لڑائی کا کیا مطلب۔

رحیم خاں۔ ملک گیری کی ہوس

قاسم۔ مگر کیا اپنا ملک ان کو نہیں سمبھال سکتا۔

رحیم خاں۔ نہیں اُن کا ملک چھوٹا ہے۔ آبادی بڑی ہے۔ زراعت کم ہوتی ہے اُن کے ہاں زیادہ تر لوہا اور کانچ پیدا ہوتا ہے لوہے اور کانچ کی چیزیں بنا کر دوسرے ملکوں میں لیجاتے ہیں اور وہاں سے کھانے کی چیزیں خرید کر اپنے ملک میں

لیجاتے ہیں مگر ہندوستان سے تو وہ
نقد روپیہ بھی خوب کما کر لیجا رہے ہیں

قاسم۔ پھر اُن کو ملک میں کیوں رہنے
دیتے ہیں۔

رحیم خاں۔ ہم لوگ بیوقوف ہیں۔
خانہ جنگیاں کرتے ہیں۔ اس کا وہ
فایدہ اٹھاتے ہیں۔ سلطان ٹیپو نے
بڑی کوشش کی۔ کہ سب مل کر اس
آفت کو ملک سے نکال دیں مگر کسی
نے اُس کا ساتھ نہ دیا۔

قاسم۔ بنگال پر تو انگریزوں کا پورا
قبضہ ہو گیا ہے۔

رحیم خاں۔ بالکل۔ وہاں تو خاصے
بادشاہ بن کے بیٹھے ہیں۔ کچھ عرصہ تک
نوابی کا تخت بیچ بیچ کر ہاتھ رنگتے رہے
ناجائز تجارت سے غریب رعایا کو
بھوکوں مارتے رہے۔ اب خود بنگالہ
کے حاکم بن بیٹھے ہیں۔ بنگالہ خوب ہی
سونے کی چڑیا اون کے ہاتھ آئی
ہے۔

قاسم۔ وہ تو خوب ہی مالا مال ہو
گئے ہونگے۔

رحیم خاں۔ بڑے مالدار بن گئے
ہیں۔ اب دکن پر بھی قبضہ کرنا چاہتے
ہیں۔ مرہٹوں اور نظام کو دم دلاسا
دیکر اپنے ساتھ ملا لیا ہے وہ ناعاقبت
اندیش ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔
افسوس ہے سلطان تنہا رہ گیا ہے

قاسم۔ مگر سلطان خود بڑا بہادر ہے
اور اُس کے پاس خود بڑی فوج
ہے۔

رحیم خاں۔ سب کچھ درست ہے
مگر پھر بھی سلطان کو بہادر اور وفادار
آدمیوں کی بھرتی ضرورت ہے۔

قاسم۔ کیا سلطان کے افسر وفادار
نہیں ہیں۔

رحیم خاں۔ کسی کے دل کا حال کون
جان سکتا ہے ظاہرا تو وفاداری کا
دم بھرتے ہیں مگر خدا جانے وقت
کیسے نکلیں۔ قاسم تم جوان ہو اور
بہادر بھی ہو۔ تم کیوں نہیں سلطان
کی فوج میں بھرتی ہو جاتے

قاسم۔ میرا کوئی ذریعہ نہیں۔

رحیم خاں۔ اگر تمہاری خواہش ہے
تو میں تمہارا ذریعہ بن سکتا ہوں کیونکہ
یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ سلطان کا ہ

انگریزوں کے خلاف مدد دے۔ یہ انگریز سلطان کے بڑے دشمن ہیں۔ بنگالہ انہوں نے لے لیا۔ اودھ پران کا تسلط ہے۔ دہلی اُن کے زیر سایہ ہے۔ صرف دکن بچا ہوا تھا۔ اس پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

قاسم۔ میں بڑی خوشی سے سلطان کی خدمت کرونگا۔ مجھے اور کیا چاہئے اگر میں انگریز سے لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔"

رحیم خاں۔ شاباش مجھے تم سے یہی امید تھی۔ میں تمہیں شاہی رسالہ میں جس کا میں سردار ہوں۔ رسالدار بھرتی کرادونگا۔ اور تم میرے رفیق مرحوم ابراہیم خاں کے جانشین ہو گے ہم اکٹھے رہیں گے اور وقت پر ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔

قاسم۔ مگر میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھوڑا اور اوزار اسباب وغیرہ خرید کر سکوں!

رحیم خاں۔ یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔ جب تم میرے بیٹے ہوئے تو پھر تمہیں کسی چیز کی فکر نہیں۔ گھوڑے میرے ہمراہ ہیں۔ ان میں سے ایک تم لے لو اور اوزار وغیرہ بھی سب کچھ میں مہیا کردونگا۔ ابراہیم خاں کی وردی اسلحہ سب تم لے لو۔

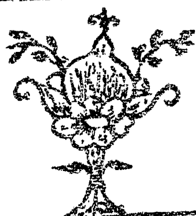
قاسم۔ میں تہ دل سے آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

رحیم خاں۔ شکریہ کی ضرورت نہیں جو احسان تم نے مجھ پر کیا ہے اُس کے مقابل میں میں نے کچھ نہیں کیا ہاں تمہاری ماں تو مزاحمت نہیں کریگی؟"

قاسم۔ امید نہیں کہ وہ مزاحم ہو وہ اپنے دین پر جان فدا کرنے والی ہے وہ بیٹے کو کافروں کے ساتھ لڑنے سے کب منع کریگی۔

رحیم خاں۔ چلو میں تمہیں گھوڑے دکھاؤں۔ اس میں سے تم ایک اپنے لئے پسند کر لو۔

(دونوں جاتے ہیں)



گیارہواں سین

راستہ

قاسم۔ عشق عشق۔ یہ کیسی بلا ہے خاصی مصیبت ہے۔ عشق انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔ میں جو ایک دن پہلے کیسا خوش و خرم تھا۔ عشق کی بدولت کیسا نڈھال ہو رہا ہوں۔ سچ ہے عشق آگ ہے۔ جو تن من کو جلا دیتی ہے۔ عشق نے کیا کیا عجوبے نہیں دکھائے۔ آدمی ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔ تن بدن کی سدھ بدھ نہیں رہتی۔ خاصا مجنوں بن جاتا ہے ؎

بتان مہ وش اُجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں
کہ جسکی جان جاتی ہے اُسی کے دل میں رہتے ہیں
ہزاروں داغ پنہاں عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں
شرر پتھر کی صورت انکو آب و گل میں رہتے ہیں
زمیں پہ پاؤں نخوت سے نہیں رکھتے پری پیکر
یہ گویا اس مکان کی دوسری منزل میں رہتے ہیں
محبت میں مزہ ہو چھیڑ کا لیکن مزہ کی ہو
ہزاروں لطف ہر اک شکوۂ باطل میں رہتے ہیں
خدا رکھے سلامت جنکو انکو موت کب آوے
تڑپتے لوٹتے ہم کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں
یہاں تک تھک گئے ہیں چلتے چلتے تیر ہاتھوں سے
کہ اب چھپ چھپ کے ناوک سینۂ بسمل میں رہتے ہیں
خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر
میں انکے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں
کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغ ہے وہ عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں

(نرسنگھ داس آتا ہے)

نرسنگداس۔ آہا! یہ کیسا گل کھلایا ہے۔ چشم بد دور! یہ وردی کہاں سے اُڑائی؟

قاسم۔ میرے دوست! میں سلطان میسور کے شاہی رسالہ میں بھرتی ہو گیا ہوں۔ سردار رحیم خان نے مجھ پر یہ مہربانی کی ہے۔

نرسنگداس۔ بہت خوب۔ یہ عشق کی مہربانی ہے۔ معشوق کے قریب رہنے کی اچھی راہ نکالی۔ قاسم مجھے خیال نہ تھا۔ تم ایسے ہوشیار ہو۔

قاسم۔ نہیں دوست! خود سردار نے ہی یہ تجویز نکالی اور میں نے منظور کر لی۔ سلطان پر انگریز چڑھائی کرنے

والے ہیں - اور اُس کو بہادر آدمیوں کی ضرورت ہے - میں انگریز کافروں سے لڑنے جاتا ہوں -

نرسنگداس - معشوق کی صورت دیکھنے کا بھی موقع ملتا رہیگا -

قاسم - ایسے نصیب کہاں ؟ میں تو شہید ہونے جاتا ہوں - درد عشق کا خاتمہ یوں ہی ہوگا - ورنہ تمام عمر اس آگ میں جلنا پڑے گا - نہیں وطن مبارک ! میری تو اب چلتی صدا ہے -

نرسنگداس - کب تیاری ہے -

قاسم - کل صبح ہی کوچ کرینگے -

نرسنگداس - تو بندہ بھی جلیگا -

قاسم - ہیں کیا تم ؟ ناحق مصیبت میں کیوں پڑتے ہو ؟

نرسنگداس - تمہاری مصیبت میں میں شریک ہونا چاہتا ہوں - میں بھی تمہارے رسالہ میں بھرتی ہو جاؤنگا - اور تمہارے دوش بدوش انگریزوں سے لڑونگا

قاسم - تم کو انگریزوں سے کیا دشمنی ہے وہ تو سلطان کے دشمن ہیں -

نرسنگداس - جو سلطان کا دشمن ہو وہ ہمارا بھی دشمن - کیا انگریز ہمارے مُلک پر قبضہ نہیں کر رہے - کیا وہ ہمیں غلام نہیں بنا رہے ؟ جہاں سلطان کی شوکت جائیگی وہاں مُلک کی عظمت بھی خاک میں ملجائیگی - کیا سلطان کے دربار میں دیوان کرشن راؤ نہیں کیا سلطان کی فوج میں ہندو بھرتی نہیں ؟ کیا میں سلطان میسور کی رعایا نہیں - ؟ کیا مجھ پر فرض نہیں کہ اپنے سلطان کے لئے تلوار اُٹھاؤں ؟

قاسم - (گلے سے لگاکر) شاباش ! میرے پیارے دوست ! خوب کہی - بہت اچھا اکٹھے رہیں گے - میں خان کو کہونگا کہ تمہیں جمعدار مقرر کردے - چلو عمر خوب گذریگی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

گاؤں

زلفو - شکر ہے - آج کوئی حادثہ رستہ میں نہیں آیا - اسی طرح سفر کٹے تو اچھا ہے - مکان بھی اچھا مل گیا ہے

کھانے پینے کی چیزیں بھی خاطر خواہ میسّر ہوگئی ہیں۔ آج کباب۔ پلاؤ۔ کوفتہ۔ کھلاکر خانصاحب کو خوش کرونگا۔ بندہ اپنے فن میں کمال رکھتا ہے۔ باورچی گیری مجھ پر ختم ہے۔

(داؤد آتا ہے)

داؤد خاں۔ سناؤ زلفو! کھانا تیار کرلیا ہے؟

زلفو۔ ابھی فارغ ہوا ہوں۔ اچھے وقت پر یہاں پہنچ گئے۔ آج راستہ بھی اچھا کٹا کیوں داؤد تم بھی خوش ہو؟ کہ آج کوئی مصیبت نہیں آئی۔

داؤد خاں۔ ارے بھائی ہم سپاہی آدمی ہیں۔ ہمارے لئے آرام اور مصیبت ایک ہی بات ہے۔

زلفو۔ بھئی تم بھی خوب آدمی ہو۔ تم مٹی کے بنے ہوئے ہو یا پتھر کے؟

داؤد خاں۔ ہیں تو مٹی کے۔ مگر میدان جنگ کی تکلیفیں سہ سہ کر پتھر بن گئے ہیں۔ ابھی انگریز کافروں کے ساتھ معلوم نہیں کیا کیا معرکے پیش آئیں گے۔

زلفو۔ داؤد تم انگریزوں کو کافر کیوں کہتے ہو۔ وہ تو اہل کتاب ہیں۔

داؤد۔ انجیل پر خود یہ عمل نہیں کرتے اور اپنے عیسٰے مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ اس لئے ہم انہیں کافر کہتے ہیں وہ ہمارے سلطان کے جانی دشمن ہیں۔ اس لئے ہم بھی اُن کے جانی دشمن ہیں اپنے لالچ کی خاطر ملک میں فتور مچا رکھا ہے۔ سب ریاستوں پر قبضہ کرتے جاتے ہیں اگر میسور پر اُن کا قبضہ ہوگیا۔ تو سارا دکن اُن کے ہاتھ آجائیگا۔ سلطان ٹیپو کے بعد کوئی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ مگر ٹیپو کو مغلوب کرنا آسان بات نہیں۔

زلفو۔ میں نے حیدرآباد میں سُنا تھا کہ سلطان ٹیپو بڑا دلاور اور بہادر ہے اُس نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ انگریزوں کو ملک سے نکال دیگا۔ یا آپ مارا جائے گا۔

داؤد خاں۔ ہاں سلطان واقعی بڑا بہادر ہے اُس کا یہی خیال ہے۔ وہ بہت کچھ کر رہا ہے۔ مگر ہماری سرکار۔ نظام اور مرہٹوں نے سلطان کو سخت دھوکا دیا۔ اور اُس کی امداد

نہیں کی۔ بلکہ اُلٹے انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ سلطان اکیلا انگریز کافروں کے مقابلے پر کھڑا ہے۔

زلفو۔ اچھا بھئی۔ ہم بھی سلطان کی عملداری میں آگئے ہیں۔ اب اون کی فتح کی دعا مانگا کرینگے۔ لڑائی بھڑائی تو ہم سے ہو نہیں سکتی۔ مگر موقع ملا۔ تو سلطان کو اچھے اچھے کھانے کھلائینگے۔

(نرسنگداس آتا ہے)

نرسنگداس۔ بھائیو! کس شغل میں ہو؟ کچھ خبر بھی ہے۔ کیا ہونے والا ہے؟

داؤد۔ کیوں خیر ہے؟ تم کچھ گھبرائے ہوئے ہو۔

نرسنگداس۔ میں اس گاؤں کے پٹیل کو ملنے گیا تھا۔ وہ میرا دوست ہے۔ میرے بیٹھے بیٹھے ایک آدمی دوسرے گاؤں سے جو یہاں سے دو میل کے فاصلہ پہ ہے۔ حواس باختہ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بچاس سوار اُن کے گاؤں کو لُوٹ رہے ہیں۔ غلہ دانہ سب لُوٹ لیا ہے۔ شاید اس گاؤں کو بھی لُوٹنے آئیں۔

زلفو۔ اچھی سنائی۔ میں تو شکر کر رہا تھا۔ کہ آج رات آرام سے گذریگی یہ اچھا سفر ہے۔ کہ کوئی دن مصیبت سے خالی نہیں جاتا۔ میرا تو کلیجہ کانپ رہا ہے۔

داؤد۔ تو بڑا نامرد ہے چلو نرسنگدیں خانصاحب کو خبر کریں۔

دوسرا سین

مکان

رحیم خان۔ میری پیاری بیٹی اب طبیعت کا کیا حال ہے۔

امینہ۔ چچا جان اچھی ہوں۔

رحیم خاں۔ مگر تمہارا چہرہ کیوں پژمردہ ہے؟

امینہ۔ سفر کی تھکان سے۔

رحیم خاں۔ کہیں باپ کا غم تو نہیں کھاتی۔

امینہ۔ نہیں چچا جان غم تو نہیں کھاتی مگر اونکی یاد آہی جاتی ہے۔

رحیم خان۔ رفتہ رفتہ غم دُور ہوجائیگا۔

دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے ۔ ہم سب نے
وہیں جانا ہے ۔

آواز ۔ خانصاحب ! خانصاحب !!

رحیم خان ۔ داؤد کی آواز ہے ۔ میں
جاکر سنوں کیا کہتا ہے ۔

(رحیم خان اٹھکر باہر جاتا ہے ۔ امینہ
غزل گاتی ہے

غزل

حالت لکھی ہے جسکو اُسے اضطراب کی
سطریں کہ پیچ و تاب میں جیسے ہو آب کی
آئے مزار پر ہوئی خفت عذاب کی
مدت کے بعد راہ چلے وہ ثواب کی
تم شہسوار حسن ہو لگ جائیگی نظر
گھوڑے سے اُترو آنکھ بچاکر رکاب کی
وہ بے نشان ہیں ہم کہ فرشتوں کو روز حشر
ڈھونڈے ملی نہ فرد ہمارے حساب کی
عاشق پسند کیوں نہ کریں زہر چشم یار
میکش کو خوشگوار ہے تلخی شراب کی
ساقی دے ہم کو موسم گل میں شراب دے
خوشبو جو ہیں مینا کی نکہت شباب کی
اٹھ اٹھ کے بیٹھ بیٹھ گیا بادہ شوق میں
تیرے غبار نے میری مٹی خراب کی

(رحیم خان واپس آکر کہتا ہے) ابھی
خبر ملی ہے کہ پچاس سوار ایک گاؤں
کو لوٹ رہے ہیں ۔ اس گاؤں کو بھی
شاید لوٹنے آئیں ۔ اس لئے ہمیں
تیار رہنا چاہئے ۔ میں قاسم کے ساتھ
مشورہ کرنے جاتا ہوں ۔ ہم سب مسلح
ہوکر مکان کی چھت پر دشمنوں کا انتظار
کرینگے ۔ تم نے اسی جگہ رہنا ۔

امینہ ۔ نہیں چچا جان میں بھی تمہارے
ساتھ چھت پر رہونگی ۔

رحیم خان ۔ نہیں تو گھبرا جائیگی ۔

امینہ ۔ کیوں میں پٹھان کی بیٹی نہیں
ہوں ؟ میں ہرگز نہیں گھبراتی ۔

رحیم خان ۔ شاباش بیٹی ! واقعی
تو پٹھان کی بیٹی ہے ۔ مگر وہاں غیر
مرد ہونگے ۔

امینہ ۔ میں برقعہ پہن لونگی ۔ قاسم اور
زلفو نے تو مجھے دیکھا ہی ہوا ہے ۔

رحیم خان ۔ اچھا یوں ہی سہی ۔ مگر
ابھی ٹھیرو ۔ پہلے ہم آپس میں صلاح
مشورہ کرلیں ۔ پھر وقت پر تمہیں
بلالیں گے ۔

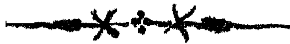
(رحیم خان چلا جاتا ہے)

امینہ ۔ آج میں دیکھوں گی ۔ وہ

کتنا بہادر ہے۔ دشمنوں کے ساتھ کیسے لڑتا ہے۔ میں اس کے لئے دعا کرونگی۔ خدا اُسے محفوظ رکھے۔ ہائے اُس نے میرے دل پر کیسا اثر ڈالا ہے۔

امینہ کا گانا

دم بھر بھی قابو میں طبیعت نہیں آتی
اللہ کسی وقت یہ حالت نہیں جاتی
جانیے تو جہاں کی عزت نہیں جاتی
تو جاتی ہے یا لے شب فرقت نہیں جاتی
دیکھا نہ کوئی ٹھوکریں کھانے کی گواہی
ہمراہ بھی محشر میں تربت نہیں جاتی
روکے سے بھی مٹتا ہے کہیں شوق نظارا
آنکھیں بھی گئیں تو بھی تو حسرت نہیں جاتی
فرہاد کی مرقد سے یہ آتی ہے صدا ہیں
برباد کسی شخص کی محنت نہیں جاتی
ہم جتنے ہیں یہ لب پہ شکایت نہیں آتی
[illegible] محبت نہیں جاتی
[illegible] ہمراہ لئے جا
تو جاتی ہے کیا حسرت نہیں جاتی
[illegible] دغا ہے
[illegible] شب فرقت نہیں جاتی
فقط [illegible] ہیں ہزاراں تیری رہ گذر میں
دو چار قدم اُٹھ کے قیامت نہیں جاتی



تیسرا سین

مکان کی چھت

(خان۔ قاسم۔ داؤد۔ نرسنگداس اور امینہ وغیرہ

خان۔ نرسنگداس! آگ روشن کرنیکا انتظام کردیا؟

نرسنگداس۔ جناب میں نے تین موقع پر آدمی کھڑے کردیئے ہیں۔ کہ آگ روشن کردیں۔ تاکہ دشمن ہمیں نظر آجائیں۔ وہ دیکھیے شعلے اُٹھے ہیں۔

خان۔ خوب! آج ان کمینوں کو دکھا دینگے۔ کہ بکیں رعایا کو لوٹنا آسان نہیں۔

نرسنگداس۔ لوٹیروں کو کیا خبر کہ خانصاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں

خان۔ قاسم۔ آج شجاعت دکھانے کا موقعہ ہے۔ ایسے تاک کر نشانہ لگاؤ۔ کہ خالی نہ جائے۔

داؤد۔ سُنیئے صاحب۔ گھوڑوں کے قدموں کی جاپ سنائی دے رہی ہے۔

رحیم خاں۔ ٹھیک اب سنبھل کر بیٹھو۔ بندوقیں سیدھی کرلو۔ جونہی وہ آگ کے نزدیک پہنچیں۔ ایک دم بندوقیں سر کرو۔ دو تین فائر پے در پے کرنے سے ان کے منہ پھر جائیں گے۔

سب نے بندوقیں سیدھی کرلیں۔

رحیم خاں۔ وہ دیکھو دشمن صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ دم بخود ہو جاؤ۔ دیکھو جب میں کہوں۔ اسوقت جھٹ بندوقیں چھوڑ دینا۔

رحیم خاں۔ ہاں اب بندوقیں سر کرو۔ بسم اللہ! (ایک دم بندوقیں چلتی ہیں) شاباش! شاباش! آؤ نمک حرامو! آگے بڑھو۔ کیوں حیران کھڑے ہو۔ اپنے مردہ ہمراہیوں کو کیوں حیرانی سے دیکھ رہے ہو۔ بڑھو آگے بڑھو۔ بزدلو۔ لٹیرو۔ آگے بڑھو۔ لوٹ کا مزہ چکھو۔ ملک میں فتور مچانے کا لطف اٹھاؤ۔ غریب رعیت کو لوٹنے والو اور آگے بڑھو۔ بیٹھ کر نہ جاؤ۔ آگے بڑھو۔ ایک فائر اور۔

قاسم۔ مجھے اور بندوق دو۔

ایلیشہ۔ لیجئے میر صاحب! (ایلیشہ ایک بندوق اٹھاکر دیتی ہے)

رحیم خاں۔ شاباش! بیٹی تو بڑی دلاور ہے۔ شاباش! شاباش! ہاں قاسم! ایک فائر اور۔ دوسرا فائر بھی ہوا۔

رحیم خاں۔ آ ہا ہا۔ آؤ نامردو۔ آگے بڑھو۔ بزدلو نامردو! اور آگے بڑھو۔

قاسم۔ خدا کی قسم انہوں نے منہ پھیر لیا۔ میں ان کا پیچھا کرتا ہوں۔ بچ جانے نہ پائیں۔ چلو کون قاسم کے ساتھ جاتا ہے۔

رحیم خاں۔ قاسم ٹھہرو۔ مت جاؤ۔ ابھی وہ بہت ہیں بھاگ گئے ہیں تو بھاگ جانے دو۔ اب ادھر کا منہ نہ کریں گے۔

قاسم۔ نہیں خانصاحب۔ ان کو زندہ نہ جانے دونگا۔ اگر کوئی نہیں جاتا۔ تو میں تنہا جاتا ہوں۔

ایلیشہ۔ میر صاحب خدا کے لئے نہ جائیے۔ ایسا نہ ہو کوئی خطرہ [illegible]

قاسم۔ نہیں میں ضرور جاؤنگا۔

نرسنگداس۔ جلد میں بھی جاتا ہوں۔

رحیم خاں۔ داؤد! تم بھی جاؤ اور تم بھی اور تم بھی۔

قاسم۔ جلدی کرو وہ بھاگ نہ جائیں۔ ابھی وہ حیران کھڑے ہیں ہمارے گھوڑے نیچے تیار ہیں۔

(سب جلتے ہیں، صرف رحیم خاں اور امیلیہ جاتے ہیں۔)

رحیم خاں۔ بڑا دلاور نوجوان ہے ہی یہ جیتی بہا موتی اپنے سلطان کی نذر کرونگا۔ یا مولائے کریم! اسے محفوظ رکھنا۔

امیلیہ۔ میر صاحب بڑے خطرہ میں گئے ہیں۔ الٰہی! تو اس کا محافظ ہو۔ چچا! میرا دل گھبراتا ہے

رحیم خاں۔ کچھ فکر نہ کرو۔ قاسم بڑا زور آور ہے۔ وہ نامرد اُس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔ وہ دیکھو دشمن پر کیا حملہ کیا ہے۔ واہ کیسا وار کیا ہے! ایک دو تین چار پانچ چھ۔ شاباش! چھ آدمی آن کی آن میں قتل کر دیئے۔ کیسا مضبوط بازو ہے۔ واہ۔ واہ! نرسنگداس اور داؤد خاں نے بھی خوب وار کیئے۔ دشمن گھبرا کر پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ واہ واہ قاسم خوب گھوڑا پھیرا ہے۔ خداوند! ایک موذی نے پیچھے سے وار کر دیا۔ الٰہی! واہ نرسنگداس کیسے وقت پر پہنچا۔ موذی کو مار کر گرا دیا۔ شاباش۔ شاباش دوست کو بچا لیا۔ واہ قاسم! سچ مچ ایک زندہ نہیں چھوڑا۔ واہ رے ہمت۔ واہ رے شجاعت۔ واہ رے زور بازو۔ آن کی آن میں میدان مار لیا۔ خدا کی قسم اگر سلطان یہ شجاعت دیکھتا تو قاسم کو کیا کچھ نہ بنا دیتا۔ اب بھی سلطان سُن کر بڑا خوش ہوگا۔ چلو بیٹی نیچے چلیں۔ قاسم اور اُس کے ہمراہی واپس آ رہے ہیں۔

(دونوں نیچے جاتے ہیں۔ قاسم وغیرہ آتے ہیں)

امیلیہ۔ ہیں میر صاحب تو لہو لہان ہیں۔ تمام کپڑے تر بتر ہیں۔

رحیم خاں۔ بیٹی گھبراؤ نہیں۔ یہ دشمنوں کا خون ہے۔ کیوں قاسم تم زخمی تو نہیں ہوئے۔ آہ! اُس موذی نے پیچھے سے وار کیا تھا۔

قاسم۔ ہاں اُس کی تلوار میری پُشت کو چھُو گئی۔ نرسنگداس نے وقت پر امداد کی۔

رحیم خاں۔ آہ خون بہ رہا ہے بھیرو میں تمہارے کپڑے اُتارتا ہوں۔ امینہ پانی اور پٹّی لاؤ۔ زخم کو دھو کر باندھ دیں۔ قاسم آفرین۔ شاباش۔ بڑی شجاعت دکھائی۔ خدا کی قسم اگر سلطان تمہارے یہ جوہر دیکھے۔ تو بس تمہارا عاشق ہو جائے۔

ہاں میر صاحب یہ سوار کون تھے مجھے تو روشنی میں مرہٹہ دکھائی دیتے تھے۔

قاسم۔ نہیں سردار صاحب۔ یہ انگریز سوار مرہٹوں کے لباس میں تھے۔

رحیم خاں۔ ہائیں انگریز سوار! تو معلوم ہوتا ہے۔ انگریز حملہ کرنیوالے ہیں۔ اور رسد جابجا جمع کر رہے ہیں نیز مُلک کی حالت جانچ رہے ہیں۔ میر صاحب آپ کا زخم اچھا ہو جائے تو ڈبل کوچ کر کے سرنگاپٹم پہنچیں۔ اور سلطان کو خبر کریں۔

قاسم۔ میری طرف سے آپ صبح ہی کوچ کر دیں۔ میرے زخم کا ذرا فکر نہ کریں۔

(امینہ پانی اور پٹّی لاتی ہے)

رحیم خاں۔ لاؤ میں زخم دھوتا ہوں

امینہ۔ نہیں چچا جان! میں خود زخم دھوتی ہوں۔

رحیم خاں۔ شاباش بیٹی تجھے احسان کا شکریہ ادا کرنا خوب آتا ہے۔ قاسم ہمارا محافظ ہے خدا نے ہمارے لئے یہ فرشتہ بھیجدیا ہے۔ قاسم ذرا پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ امینہ جلدی زخم دُھو کر باندھ دو۔ زیادہ خون نکلنے سے قاسم کمزور ہو جائیگا۔

(رحیم خاں اور امینہ زخم دھوتے ہیں اور پٹّی باندھتے ہیں)

زلیخو۔ (ایک طرف ہو کر) یہ لوگ کاہے کے بنے ہوئے ہیں۔ کس کا بچہ ہے اور دشمن کا کیسا مقابلہ کیا۔ موذیوں کو کیسے مارا۔ جسم تو اس کا میری طرح ہے۔ مگر اُس کا دل شائد گوشت کا نہیں فولاد کا بنا ہوا ہے۔ میں تو ہر ڈر کے نیچے چھپا رہا تھا۔ بندوقوں کی آواز سے میرا دل کانپ کانپ اُٹھتا

تھا۔ مگر وزیر زادی کو دیکھو لڑائی میں
برابر چُست رہی ہے۔ بیشک پٹھان
پٹھان ہی ہیں۔ جنکی لڑکیاں ایسی
بہادر ہیں اُن کے مرد کیوں نہ شجاع
ہوں۔ مگر اصل میں یہ بیوقوف ہیں
بھلا لڑائی سے کیا فایدہ؟ اگر مارے
جاتے تو اُن کے ہاتھ کیا آتا۔ گاؤں
کو بچانے سے ہمیں کیا فایدہ؟ گاؤں
والوں نے ہمیں کچھہ دیدینا ہے؟ یہ
کیسا خیال ہے۔ مُلک! مُلک۔ مُلک
کے لئے لڑو۔ جانیں گنواؤ۔ جان چلی
گئی تو مُلک کے ساتھ کیا واسطہ رہا۔
مُلک جائے بھاڑ میں۔ جان ہے تو
جہان ہے۔ اپنی جان ہو تو پھر کچھہ
رہے یا نہ رہے۔ ہمیں کیا فایدہ۔
بندہ تو ایسے خیال کا آدمی نہیں۔

رحیم خاں۔ زلفو ادھر آؤ۔ میر صاحب
کے پاس تم رات بھر رہو۔ اور دیکھو
جاگتے رہو۔

زلفو۔ حضور میں جاگتا ہوں؟ مجھ
تو تنہائی میں ڈر آجیگا۔

رحیم خاں۔ بُزدل بیٹھو۔ یہ شیر جوان
تیرے پاس ہوگا۔ اور تو کہتا ہے میں
تنہا کس طرح رہونگا۔

زلفو۔ حضور! شیر جوان تو سویا ہوا
ہے۔ مجھے کسی نے مار دیا۔ تو شیر جوان
میرے کس کام آئیگا۔ خُفتہ مُردہ ایک
برابر ہے۔

رحیم خاں۔ ہم دوسرے کمرے میں
ہیں۔ اگر تجھے ڈر آئے تو مجھے آواز
دینا۔ بس تیری نوکری اس جگہ ہے
دیکھو خبردار رہنا۔

زلفو۔ اچھا حضور (رحیم خان اور
اینہ چلے جاتے ہیں) اچھی مصیبت
بنی۔ اچھی شامت آئی۔ بس معلوم
ہوگیا ہے۔ میرے دن قریب ہیں۔
موت مجھے اس طرف لا رہی ہے۔ توبہ
توبہ! اے شیخ صدو۔ میرے سچے پیر
اس عاجز پر مہربانی۔ کل ڈیڑھ دمڑی
کی اور شیرینی دونگا۔

قاسم۔ (سوتے میں بڑبڑاتے ہوئے)
اینہ! اینہ! اینہ!

زلفو۔ ہائیں! میر صاحب بڑبڑا
رہے ہیں۔ یہ نام اُنھوں نے کیسے لیا۔
اینہ تو وزیر زادی کا نام ہے میر صاحب
نے یہ کس طرح لے لیا۔ مگر نہیں شاید

اُن کی رشتہ دار کا نام آمینہ ہوگا اور
اُس کو خواب میں یاد کر رہے ہیں۔

قاسم۔ (آنکھیں کھول کر) اوہ !
کیسی بے قراری ہے۔ کیسی بے چینی
ہے۔ آہ! کون زلفو ذرا ادہر آنا۔
پٹی ذرا سخت بندھی ہوئی ہے اسے
ذرا نرم کردو۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔

زلفو۔ ابھی آرام ہو جائیگا۔ بندہ اس
کام میں مشتاق ہے۔ میں پہلے یہ کام
کیا کرتا تہا۔ میرا باپ مشہور جراح
تھا۔

(قاسم کی پٹی کو نرم کرتا ہے۔)

قاسم۔ واہ زلفو واہ! اب مجھے
آرام ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ باتیں کریں۔
ذرا اپنا حال سناؤ۔

زلفو۔ بندہ کا کیا حال پوچھتے ہو
میں ایک غریب آدمی ہوں۔ وزیر
کے ہاں نوکر تہا۔ وہ تھوڑے دن
ہوئے فوت ہو گئے۔ سردار رحیم خان
اُن کے بھائی ہیں وہ جب حیدر آباد
تشریف لائے تو میرے کھانے کھاکر
بہت خوش ہوئے۔ جب وزیر زادی
کو میسور لیجانیکی تجویز ٹھہری۔ تو
خانصاحب نے مجھے بھی حکم دیا۔ کہ تم
بھی ہمراہ چلو۔ میری بہن میرن وزیر
زادی کی خادمہ ہے۔ وہ مجھ سے بھی
پہلے کی وہاں نوکر ہے۔

قاسم۔ مگر وہ کیوں نہ ساتھ آئی۔

زلفو۔ خانصاحب نے کہا تہا۔ کہ
ہمیں جلدی سرنگا پٹم پہنچنا ہے اس
لئے مختصر سامان لیکر چلدیئے میرن
باقی خدمتگاروں کے ہمراہ وزیر زادی
کا سامان لیکر آہستہ آہستہ پیچھے آئیگی۔

قاسم۔ اچھا زلفو۔ تم سو رہو۔

زلفو۔ حضور خانصاحب نے کہا تہا
کہ میں جاگتا رہوں۔ مبادا آپ کو
تکلیف ہو۔

قاسم۔ نہیں اب مجھے آرام ہے تم
سو جاؤ۔

(زلفو ایک طرف سو گیا اور خراٹے
بھرنے لگا)

قاسم۔ تلوار کے زخم کے درد کا تو
آرام ہو گیا ہے۔ مگر عشق کے زخم کا
کیا علاج ؟ اُس نے میری پُشت
کے زخم پر تو پٹی باندھی۔ مگر دل کے زخم

پر نمک چھڑک دیا۔ اس جلتی آگ
پر تیل ڈالا۔

قاسم کا غزل۔ گانا

آئی ہوئی عاشق کی طبیعت نہیں جاتی
آتی ہے تو آکر یہ قیامت نہیں جاتی

سر جاتا ہو سر سے ترا سودا نہیں جاتا
دل جاتا ہو دل سے تری الفت نہیں جاتی

اٹھتے ہیں جو عالم میں مچاتے ہیں فتنے
کافر تری آنکھوں کی شرارت نہیں جاتی

کیوں خبر رز کو نہ رہے شیخ سے پرہیز
کعبے کو بھی یہ صاحب حرمت نہیں جاتی

کہتے ہیں مجھے دیکھ کے سب اہل محبت
اس طرح تو قابو سے طبیعت نہیں جاتی

ہم جا کے بچھا دیں اس پردہ نشین کو
آنکھوں سے کسی وقت وہ صورت نہیں جاتی

اے داغ سکا ہیں مہمان ہمارے
جو آتی ہے آفت کہ مصیبت نہیں جاتی

چوتھا سین

فوجی دفتر

جعفر اور نصیر الدین

نصیر الدین منشی۔ رسالدار صاحب
رسالہ کے خرچ کا حساب تیار ہے۔
روپیہ برآمد کیا جاوے۔

جعفر خاں۔ منشی نصیر الدین۔
حساب تو تم نے تیار کر لیا ہے۔ مگر
یہ تو بتاؤ اس ماہ میں کتنا روپیہ اصلی
خرچ سے زیادہ لگا یا ہے۔

منشی۔ رسالدار صاحب! اس مہینے
صرف دس ہزار روپیہ ہم کو بچ رہے
گا۔

جعفر خاں۔ صرف دس ہزار روپیہ!
پچھلے مہینے تو پندرہ ہزار بچا تھا۔

منشی۔ پچھلی دفعہ رسد کے ٹھیکیداروں
کو کچھ نہیں دیا گیا تھا۔ وہ اس دفعہ
کہتے تھے۔ کہ ہم اصلی روپیہ سے زیادہ
کی رسید نہ دینگے۔ اس لئے میں نے
اُن کو خوش کرنے کے لئے پانچہزار
روپیہ دینا کیا ہے۔ تاکہ کہیں ہمارا
راز فاش نہ ہو جائے۔

جعفر خاں۔ اُن کا کیا حق ہے۔
میں ایک کوڑی بھی اُن کو نہ دونگا

منشی۔ لیکن اگر ان میں سے کسی
نے مخبری کر دی تو ہمارا کیا حشر
ہوگا!!

جعفر خاں۔ کیا ان میں اتنی جرأت ہے؟"

منشی۔ ان میں تو جرأت نہیں۔ مگر آپ جانتے ہیں۔ جمعدار دلاور علی کے ساتھ آپکی عداوت ہے۔ وہ اس کے ذریعہ سردار رحیم خان کے کانوں تک یہ بات پہنچا سکتے ہیں۔

جعفر خاں۔ تمہارا کہنا ٹھیک ہے اچھا مضایقہ نہیں۔ لاؤ میں دستخط کئے دیتا ہوں۔

(جعفر خان دستخط کر دیتا ہے)

منشی۔ آپ بڑے اچھے افسر ہیں۔ ابراہیم خان کے ماتحت مجھے کوڑی کی آمدنی نہیں تھی۔ اُس کی غیر حاضری ہی جب سے آپ نے چارج لیا ہے۔ میں نے بہت کمایا ہے آپ کو بھی فایدہ ہے۔ ابراہیم خان نہ خود فایدہ اُٹھاتا تھا اور نہ کسی کو اُٹھانے دیتا تھا۔ ایسی خیر خواہی سے کیا فائدہ۔ سلطان کے ہاں کسی بات کی کمی نہیں۔

جعفر خاں۔ بیشک نصیر الدین تمہاری رائے ٹھیک ہے۔ لیکن جب ابراہیم خان آجائیگا۔ تو پھر مجھکو جمعداری پر واپس جانا پڑیگا۔ اور تمہارا فایدہ جاتا رہیگا۔"

نصیر الدین۔ سلطانی محل کی حفاظت آپ کے سپرد ہے۔ اور رات کو سلطان سے ملنے کا اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ کیوں نہیں سلطان سے عرض کرتے کہ آپکو رسالدار بنادے۔

جعفر خاں۔ بیشک سلطان مجھکو چاہتا ہے اور مہربانی کرتا ہے۔ مگر سردار رحیم خان میری کچھ پیش نہیں جانے دیتا۔ وہ نالایق دلاور علی ہمیشہ سردار کے کان میرے خلاف بھرتا رہتا ہے اچھا دیکھا جائیگا۔ (منشی جاتا ہے)

جعفر خاں۔ مجھے روپیہ کی کیا پرواہ ہے۔ اور رسالداری کی کیا خواہش؟ ابراہیم خان بیشک آجائے۔ میرا بھروسہ تو انگریزوں پر ہے۔ بیرڈ صاحب جو پانچ سال یہاں قید رہا تھا۔ اور جس کے ساتھ میں نے بڑا اچھا سلوک کیا تھا۔ مجھ کو کہہ گیا تھا۔ کہ اگر میں سلطان کے خلاف انگریزوں کو مدد دوں اور میسور پر انگریزوں کا قبضہ ہو جائے تو مجھے مالا مال کردیا جائیگا

اور فوج میں بڑا بھاری عہدہ دیا
جائیگا۔ بیرڈ مجھہ کو کہہ گیا تھا۔ کہ انگریز
ضرور میسور پر چڑھائی کرینگے اور سلطان
کو میسور سے نکال دینگے۔ بیشک
انگریزوں کی بڑی طاقت ہے نظام
حیدرآباد بھی ان کے ساتھ ہے مرہٹے
بھی ان کے ساتھ ہیں۔ سلطان ٹیپو
تنہا ہے۔ وہ اتنے دشمنوں کا کس طرح
مقابلہ کریگا۔ سلطان کیطرف سے
لڑنا جان گنوانا ہے۔ مجھے کیا ضرورت
پڑی ہے۔ کہ ایسے شخص کیطرف سے
لڑوں جس کا اختیار اور اقتدار عنقریب
ختم ہونیوالا ہے۔ میں نے اپنا کام بنا
لیا ہے۔ مگر مجھے سرنگاپٹم سے نکلنے کا
کوئی بہانہ نہیں ملتا۔ کسی طرح میں
انگریزوں کے پاس پہنچ جاؤں۔

(مدار آتا ہے)

مدار۔ حضور سردار رحیم خاں آگئے۔

جعفر خاں۔ کب آئے۔

مدار۔ ابھی آئے ہیں۔ داؤد خان سے
میں نے سنا ہے۔

سنائی ہے۔ اُس نے تو افسوس کیا۔
مگر حضور خوش ہونگے۔

جعفر خاں۔ وہ کیا؟

مدار۔ حضور رسالدار ابراہیم خان
رستہ میں مرگیا۔

جعفر خاں۔ کیسے۔

مدار۔ اس پر بجلی گری۔ اب حضور
رسالدار ہوجائیں گے۔

جعفر خاں۔ بیشک واقعی یہ خوشی
کی بات ہے۔ مگر میرے نمک حلال
مدار۔ رسالداری اس بات کے سامنے
کیا ہے۔ جو انگریزی افسر بیرڈ نے
مجھے کہی تھی

مدار۔ ان کا آپ خیال کرتے ہیں
انگریزوں کے ساتھ سلطان کا عہد
نامہ ہوگیا ہے۔ اب لڑائی کیوں
ہوگی۔

جعفر خاں۔ مدار تم نہیں جانتے۔
جونہی انگریزوں کی طاقت پوری
ہوگئی۔ اور نظام اور مرہٹے ان کے
ساتھ مل گئے۔ وہیں وہ سلطان
پر چڑھائی کردینگے۔ عہدنامہ کی

توڑنا کچھ مشکل ہے ؟ کوئی بھانہ نکال لیا۔

مدار۔ نہیں حضور بادشاہ عہد نامے توڑا نہیں کرتے۔

جعفرخاں۔ مگر یہ انگریز جو ہندوستان میں ہیں بادشاہ نہیں ہیں۔ یہ تو سوداگر ہیں بنئے ہیں۔ بنئوں کو جس بات میں فایدہ نظر آئیگا۔ وہی کرینگے۔

مدار۔ مگر کہتے ہیں کہ ولایت میں انکی ایک ملکہ کمپنی ہے۔ اور یہ اُس کے سپاہی ہیں۔

جعفرخاں۔ ارے نادان! کمپنی کسی ملکہ کا نام نہیں۔ بلکہ ولایت میں چند سوداگر ہیں۔ جن کو کمپنی کہتے ہیں۔ یہ انگریز اُن کے نوکر ہیں۔ بیوپار کرنے آئے ہوئے ہیں۔

مدار۔ بیوپار تو اچھا شروع کیا ہے مُلک کے حاکم بن گئے۔ یہ اچھے بنئے ہیں۔

جعفرخاں۔ میں بھی ایسا ہی بنیا بننا چاہتا ہوں۔

مدار۔ اور بندہ بھی حاضر ہے۔

جعفرخاں۔ شاباش مدار۔ تم بڑے اچھے ہو۔ دیکھو اگر نمک حلال رہوگے تو جب مجھکو انگریزوں سے انعام ملیگا تو تم کو بھی ہمیشہ کے لئے آسودہ بنا دوں گا۔

مدار۔ حضور کی مہربانی۔ اب سالداری کا کچھ انعام دلوایئے۔

جعفرخاں۔ تو یہ اشرفی تمہیں انعام ہے۔

(اسے اشرفی دیتا ہے)

مدار۔ سلام حضور!

جعفرخاں۔ ہاں! مدار! سردار رحیم خان حیدرآباد سے آیا ہے۔ وہ ضرور کوئی خبر انکی لایا ہوگا۔ اگر تم مجھہ کو کسی طرح یہ خبر لادو۔ تو تم کو ایک سو روپیہ انعام دونگا۔

مدار۔ بہت بہتر۔

(مدار جاتا ہے)

جعفرخاں۔ اب میں رسالدار ہو جاؤں گا۔ اور سلطان کا اور بھی اعتبار حاصل کرونگا۔ انگریزوں نے جانے کا اگر موقع نہ ملا۔ تو جب انگریز چڑھائی کرینگے میں مدار کے ذریعہ

اُن سے بات چیت کروں گا۔ اور اون کو سرنگا پٹم میں داخل ہونے میں امداد دونگا۔ پیرڈ ضرور میرے ساتھ وعدہ پورا کرے گا۔ میں امیر اور دولتمند بن جاؤنگا۔ اور باقی عمر عیش وعشرت میں بسر کرونگا۔

(دلاور علی آتا ہے)

دلاور علی۔ السلام علیکم!

جعفر خاں۔ وعلیکم السلام۔

دلاور علی۔ خانصاحب آگئے ہیں مگر ابراہیم خاں بیچارہ بجلی کا شکار ہوگیا۔ بڑا بہادر آدمی تہا۔

جعفر خاں۔ مجھے بہی بڑا افسوس ہے "

دلاور علی۔ (ایک طرف مُنہہ کرکے) کیوں نہیں تمہیں ضرور افسوس ہوگا جعفر خاں اب تو شاید تم رسالدار بن جاؤگے۔ تمہاری خواہش آرہی اوبندہ اب جاتا ہے۔

(دلاور علی چلا گیا)

جعفر خاں۔ رسالدار تو میں بنجاؤنگا مگر جبتک یہ دلاور علی رسالہ میں ہے تب تک میرے دل میں کانٹا کھٹکتا رہے گا۔ بدمعاش میری حرکات پر نظر رکھتا ہے اس کو کسی طرح رستہ سے دور کرنا چاہیے۔ مدار کو کہتا ہوں کہ دو چار آدمیونکو روپیہ دیکر اس کو مروا ڈالے۔ پھر مجھے کوئی خدشہ نہیں رہیگا۔ اب میں محل کی طرف جاتا ہوں۔

پانچواں سین

حیدرآباد۔ نظام کا دربار

(نظام۔ وزیر)

نظام۔ وزیر بتاؤ۔ تم اس بارہ میں کیا مشورہ دیتے ہو۔

وزیر۔ میری رائے میں انگریزوں کے ساتھ مل جانا چاہیے۔

نظام۔ مگر اوہر سلطان میسور کا سردار آیا تہا۔ ٹیپو کی خواہش ہے کہ ہم سب مل کر انگریزوں کو نکال دیں مرہٹوں کو بہی اُس نے کہلا بھیجا ہے۔

وزیر۔ مگر مرہٹوں نے ٹیپو کا ساتھ

نہیں دیا اور نہ دینگے۔

نظام۔ اگر ہم انگریزوں سے ملے اور ٹیپو کو فرانسیسوں نے مدد دی۔ اور ہم کو شکست ہوئی تو ہمارا مُلک ٹیپو کے ہاتھ آجائیگا۔

وزیر۔ انگریزی سفیر کپتان میلکم نے آج مجھے اطمینان دلایا ہے کہ فرانسیسی ہرگز ٹیپو کو امداد نہیں دے سکیں گے انگریزوں نے اس بات کا خاطر خواہ انتظام کر لیا ہے۔

نظام۔ ٹیپو یوں ہی طاقتور اور بڑا دلیر ہے کیا عجب ہے کہ وہ انگریزوں کو شکست دے۔ وہ اپنے باپ نواب حیدر علی سے کچھ کم نہیں ہے جس نے انگریزوں کا دم ناک میں کر دیا تھا۔

وزیر۔ اگر انگریز تنہا لڑیں اور ہم ان کو امداد نہ دیں تو کوئی عجب نہیں کہ وہ شکست کھا جاویں۔ لیکن اگر ہماری فوج اُن کے ساتھ شامل ہوگی۔ تو ٹیپو کو ضرور شکست ہو گی ورنہ اندیشہ ہے کہ انگریزوں کو شکست دیکر وہ ہم پر چڑھائی کریگا اور ہمارا مُلک تاخت و تاراج کرے گا۔ میری رائے میں اس سے بہتر تجویز نہیں کہ انگریزوں سے ملکر ٹیپو کو شکست دی جائے۔ اس سے ہمارا بڑا فائدہ ہے۔

نظام۔ کیا تم نے انگریزی افسر کے ساتھ باتیں طے کر لی ہیں۔

وزیر۔ ہاں حضور!

نظام۔ مگر اس بات کی کیا ضمانت دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بدعہدی نہ کرینگے۔ اور ٹیپو کو شکست دیکر ہمارے مُلک پر قبضہ نہ کرینگے۔ دیکھو بنگالہ میں اُنہوں نے کیا کیا۔ کبھی کسی کو نواب بنایا۔ اور کبھی کسی کو۔ آخر خود مالک بنگئے۔ اور نواب جلا وطن۔

وزیر۔ اصل بات یہ ہے کہ انگریز لوگوں کو اگر روپیہ ملتا رہے اور اُن کا بیوپار چلتا رہے تو پھر وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ بنگالہ کے نوابوں نے ان کی حرص کو نہ بجھایا۔ اور خصوصاً میر قاسم نے اُن کے بیوپار کو نقصان پہنچایا۔ اس لئے اُنہوں نے بنگالہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ انگریز بیوپاری ہیں ان کو منافع خوب ملتا رہے۔

تو خوش رہتے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ
اس سلوک کو مدنظر رکھیں گے۔ پھر
وہ ہمارے سر نہ آئیں گے۔

نظام۔ مگر ٹیپو کو شکست ہوگئی۔ تو
میسور کی کیسے تقسیم ہوگی۔

وزیر۔ اُس کے تین حصے ہونگے کچھ
تو یعنی سمندر کا کنارہ انگریز اپنے
پاس رکھیں گے۔ کچھ حضور کو دینگے
اور کچھ مرہٹوں کو دینگے۔

نظام۔ اچھا اگر تمہاری مرضی ہے تو
تو انگریز سفیر کو بلالو۔

وزیر۔ چوبدار۔ انگریز سفیر کو بلالو۔

(میلکم آتا ہے)

میلکم۔ گوڈ مارننگ!

وزیر۔ آئیے صاحب۔ آئیے۔ حضور
نظام آپ کی سب تجویزیں منظور کرتے
ہیں۔

میلکم۔ نظام صاحب کی بڑی مہربانی
اس میں فریقین کا فایدہ ہے۔ اگر ٹیپو
کو شکست دیجائے تو حیدرآباد کو اس
کی طرف سے خدشہ نہیں رہیگا۔

نظام۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت
ہے۔ کہ جو شرائط آپ کرتے ہیں وہ
بعد میں پوری کیجائینگی۔

میلکم۔ ہم تحریری عہدنامہ کر دیتے ہیں۔

نظام۔ سلطان ٹیپو کے ساتھ بھی
صلح کا عہدنامہ ہوا تھا۔ پھر اب کیوں
اُس پر چڑھائی کی تجویز ہو رہی ہے۔

میلکم۔ دراصل ٹیپو سلطان فرنیسیوں
کو اپنی امداد کے لئے بلا رہا ہے اُس
کے خطوط پکڑے گئے ہیں۔ وہ دل
میں انگریزوں سے دشمنی رکھتا ہے۔
اس لئے اس کو پامال کرنا چاہیے۔

نظام۔ تو ہم کو اپنے ساتھ آپ کیوں
ملاتے ہیں۔ خود پامال کیجئے۔

میلکم۔ اول تو ہم شہنشاہ ٹیپو کو شکست
نہیں دے سکتے۔ دوئم آپ ساتھ نہ دینگے
تو ٹیپو کو یہ کہنے کا موقع مل جائیگا۔
کہ وہ کافروں کے ساتھ لڑ رہا ہے۔
اس لیے وہ تمام ملک کو ہمارے خلاف
اُکسا دیگا۔ آپ کے ساتھ شامل ہونے
سے سلطان کا یہ حیلہ نہ چلیگا۔ کیونکہ
آپ بھی مسلمان بادشاہ ہیں

نظام۔ اچھا آپ کیا چاہتے ہیں۔

میلکم۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ فرانسیسیوں
کو بالکل موقوف کردیں۔ بلکہ ریاست

سے نکال دیں۔ اور بیس ہزار فوج ہماری امداد کے لئے تیار کریں۔ اس کے معاوضہ میں ہم آپ کو میسور کے وہ اضلاع جو آپکی سرحد سے ملتے ہیں دیدینگے۔ اور جب آپ کو ضرورت پڑیگی۔ ہم آپکو فوج سے امداد دیں گے۔ صرف فوج کا خرچ ہم کو آپ نے ادا کرنا ہوگا۔

نظام۔ فوج کا خرچ ؟

میلکم۔ دیکھئے حضور ہم غریب ہیں۔ آپ بادشاہ ہیں۔ ہمارے پاس اتنا روپیہ نہیں۔ آپ نے خرچ ہم کو دیدینا۔ اور ہم آپ پر جانیں قربان کردینگے۔ ہم ایک انگریز کو آپ کے پاس چھوڑ دینگے۔ جو آپکی خدمت میں بطور رزیڈنٹ کے رہیگا۔ تاکہ آپ کے اور ہمارے مابین اتحاد کا رابطہ بڑھتا رہے۔ اور اگر کوئی غلط فہمی ہو۔ تو اسے دور کرتا رہے۔

نظام۔ بہت بہتر۔ اچھا آپ وزیر کے ساتھ عہد نامہ تحریر کرلائیں میں دستخط کردونگا۔

(میلکم اور وزیر جاتے ہیں)

میں آج خوشی کرتا ہوں چوبدار سرکاری طوائف کو مجرا کے لئے بلاؤ

(چوبدار جاتا ہے۔ میلکم اور وزیر آتے ہیں)

وزیر۔ عہدنامہ لکھا گیا ہے اور انگریزی فوج بھی پہنچ گئی ہے۔

نظام۔ اتنی جلدی ہمیں خبر بھی نہیں ملی۔

میلکم۔ انگریزی فوج نہایت احتیاط سے آئی ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ چپ چاپ میسور پر دھاوا کریں تاکہ سلطان زیادہ تیاری نہ کرسکے۔ ادھر سے یہ فوج جائیگی۔ جنوب سے دوسری فوج آئیگی۔ دونوں ملکر ایک دم سرنگاپٹم پر دھاوا کردیں گے۔ اور آن فان میں اس پر قبضہ کرلیں گے

نظام۔ اچھا آج اس خوشی میں جلسہ کرتے ہیں۔

(چوبدار طوائف لیکر حاضر ہوتا ہے)

نظام۔ سفیر صاحب آپ کے ہاں بھی طوائف ہوتی ہیں ؟

سفیر۔ نہیں یہ کام ہمارا ہیم لوگ کرتے ہیں۔ ہم آپسمیں مل کر ناچ

پیتے ہیں اور خوشی منا لیتے ہیں

نظام۔ خوب۔ اچھا ناچ شروع ہو

طوائف

آگاہ ہوئے ہیں جو مرے زخم جگر سے
اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی بھی نظر سے
دم لیکے چلا جاؤ ذرا بتخانہ ہے دیک
اے شیخ بہت دور ہے مسجد میرے گھر سے
میری نہ بجھی پیاس تو جھنجھلا کے سر بزم
ساقی نے سبو کھینچ کے مارا مرے سر سے
نقش قدم یار کی مٹی نہ ہو برباد
تر رکھتے ہیں اسواسطے ہم دیدۂ تر سے
کعبے سے نکلکر ہے بت دلمیں کسی کے
اللہ کے گھر میں گئے اللہ کے گھر سے
اے داغ مصیبت ہے حیات ابدی بھی
اس رنج کو پوچھے کوئی الیاس و خضر سے

نظام۔ بہت خوب کچھ اور؟

طوائف

لیکے دل وہ چھیڑ سے کچھ کہہ گیا
دیکھنے کا دیکھتا میں رہ گیا
میں نہ کہتا تھا کہ دل لیلو میرا
عاقبت وہ خون ہو کر بہہ گیا
چاند سے چہرہ پہ کیوں ڈالی نقاب
چاند یہ کیسا گہن میں گہہ گیا
گالیاں بھی جھڑکیاں بھی منہ دیں
اور دینے کے لئے کیا رہ گیا
مجھکو جو سننا تھا میں نے سن لیا
اس کو جو کہنا تھا منہہ پہ کہہ گیا
عاشقوں سے عشق چھپتا ہے کہیں
پھوٹ کر جب رو گے دریا بہ گیا
داغ سے اٹھا نہ اک رشک رقیب
جو ستم سہنے کے تھے وہ سہہ گیا

نظام۔ کچھ اور۔

طوائف

گذر کو ہے بہت اوقات تھوڑی
کہ ہے یہ طول قصہ رات تھوڑی
جو مے زاہد نے مانگی مست بولے
بہت یا قبلۂ حاجات تھوڑی؟
کہاں غنچہ کہاں اس کا دہن تنگ
بڑھائی شاعروں نے بات تھوڑی
بلا دے لے کے نقد ہوش ساقی
نہیں دستو نکی ہے اوقات تھوڑی
ترا اے دخت رز واصف ہی واعظ
پیئے حرمت ہے اتنی بات تھوڑی

نظام۔ چوبدار اس کو انعام دیکر رخصت کرو۔ جلسہ برخاست ہو

چھٹا سین

انگریزی کیمپ

(جنرل ہیرس۔ کرنل ولزلی کپتان ہیرڈ)

ہیرس۔ ہیرڈ تم نے کہا تھا کہ سرنگا پٹم میں کوئی جمعدار رسالہ ہم کو مدد دیگا۔

ہیرڈ۔ ہاں اُس کا نام جعفر خان ہے۔ میں نے اُسے لالچ دیا تھا وہ بڑا لالچی ہے وہ ضرور ہمیں امداد دیگا۔

ہیرس۔ بس اندر سے ہمیں مدد مل جائے تو پھر قلعہ کا فتح کرنا کیا مشکل ہے۔ ادہر حیدرآباد کی فوج ہمارے ساتھ ہوگی۔ ادہر جنرل سٹوارٹ کرناٹک سے آئیگا۔ ہم مل کر قلعہ پر حملہ کر دینگے۔

ولزلی۔ یقیناً کامیابی ہوگی یہہ کانٹا سا نکل جائے تو پھر دکن میں ہمارا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ رہیگا۔

ہیرس۔ بس اس طرف سے ہمیں ٹیپو کا ڈر ہے۔ وہ انگریزوں کا جانی دشمن ہے۔

(میلکم آتا ہے)

میلکم۔ گوڈ مارننگ۔

ہیرس۔ گوڈ مارننگ کیا طے ہوا۔

میلکم۔ نظام نے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ دس ہزار سوار اور دس ہزار پیدل جنگ کے لئے تیار ہیں۔

ہیرس۔ مگر کیا نظام کے افسروں پر تمہیں پورا اعتبار ہے۔

میلکم۔ بے اعتباری کی کوئی وجہ نہیں۔

ہیرس۔ پھر بھی ہوشیار رہنا چاہئے ہمیں دیسیوں پہ ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ میری رائے ہے۔ کہ حیدرآباد کی تمام فوج کرنل ولزلی کے ماتحت رہے۔

ولزلی۔ بیشک آپکی رائے درست ہے۔ جب سب افسروں پر نظر رکھو

واقعی ہمیں ہوشیار اور محتاط رہنا
چاہئے۔ اور دیسیوں پر اعتبار نہیں
کرنا چاہئے۔
میلکم۔ حیدرآباد کی سرحد تک تو
رسد فوج کو ملتی جائیگی۔ مگر آگے
کیا انتظام کیا ہے۔
بیرڈ۔ میں نے جنرل صاحب کے
حکم سے ایک کمپنی پچاس سواروں
کی میسور کی سرحد میں بھیجدی ہوئی
ہے۔ کہ گاؤں سے رسد وغیرہ اکٹھی
کرکے کسی ایک مقام پر جمع کر رکھیں
اور لوگوں کو سلطان سے متنفر کریں
اور انگریزی حکومت قبول کرنے
پر آمادہ کریں۔
ولزلی۔ یہ اچھی تجویز ہے۔ اس میں
کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ صرف اتنا
اندیشہ ہے کہ سلطان کو پیشی از
وقت ہماری اطلاع نہ مل جائے۔
اور راستہ میں ہمیں نہ روکے
بیرڈ۔ نہیں سلطان اس دفعہ ضرور
گھبرا جائیگا اور باہر نکلنے کی جرأت
نہ کرے گا۔ کیونکہ حملہ دو طرف سے
ہوا ہے۔ اس لئے مجبوراً اُس کو

سرنگاپٹم کے قریب مقابلہ کے لئے
رہنا پڑیگا۔ اور ہمارا مطلب پورا
ہو جائیگا۔ بیرڈ تمہیں قلعہ کے متعلق
بخوبی واقفیت ہوگی۔
بیرڈ۔ مجھے تو نہیں مگر جعفر خاں جمعدار
کو سب کچھ معلوم ہے۔ وہ ضرور
ہمیں امداد دیگا۔ آپ اس بارہ میں
بالکل بےفکر رہیں۔ یہ میرا کام ہے۔
ولزلی۔ تمہارے سینے میں انتقام
کا جوش موجزن ہے۔
بیرڈ۔ بیشک۔ میں ضرور انتقام
لونگا۔ خداوند عیسیٰ مسیح میری مدد
کرے۔
سب۔ آمین۔

ساتواں سین

قاسم کا گانا

جو بعد مرگ مرے دل میں کچھ غبار آئے
عجب نہیں ہو کہ آندھی سر مزار آئے
بنہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے
سلام کرنے ہرن باندھکر قطار آئے

گڑھے میں گور کے پھینک آئے اقربا مجھکو
سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے
ہمیں تو جان ہی دینی ہے اے بُتو نہیں عذر
خدا کرے کہ کبھی تم کو اعتبار آئے
غضب ہے دل میں کیا گھر تمہاری آنکھوں نے
خراب کرنے کو مسجد میں بادہ خوار آئے
یقیں ہے ذکر کرے میری جوشِ وحشت کا
جو آپ کے دہن میں زبان خار آئے

الٰہی اس درد کا کیا علاج ہوگا یہ غم مجھے کھائے جا رہا ہے۔ اچھا قسمت کی بات ہے۔ دیکھئے تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ سردار رحیم خان نے مجھے رسالہ کا حساب پڑتال کرنے دیا ہے۔ اس میں بڑی غلطیاں ہیں۔ ایک آنہ کی جگہ ۸ درج ہیں۔ نرخ چوگنا لگایا گیا ہے۔ منشی کو میں نے بلا بھیجا ہے۔

(منشی آتا ہے۔)

منشی۔ السلام علیکم۔

قاسم۔ وعلیکم السلام۔ منشی صاحب آپ کا حساب بڑا غلط ہے۔ میں نے سردار صاحب کو ابھی بتایا نہیں۔ اس لئے کہ تمہارا نقصان نہ ہو۔ مہربانی کرکے اس کو درست کر دو۔

منشی۔ آپ بڑے ہوشیار ہیں۔ منشیوں سے غلطی ہو ہی جاتی ہے میں درست کئے دیتا ہوں۔

قاسم۔ تو اس کو درست کر دو میں جاتا ہوں۔

منشی۔ یہ تو بہت بری ہوئی۔ یہ بلا کہاں سے آ گئی۔ اتنا روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے۔

(جعفر خان آتا ہے)

جعفر خان۔ کہو منشی۔ یہ رونی صورت کیوں بنائی ہے۔

منشی۔ بہت بُری ہوئی۔ ابھی ایک نوجوان آیا تھا۔ مجھے یہ حساب کا کاغذ دے گیا ہے۔ اور کہہ گیا ہے۔ کہ یہ غلط ہے درست کر دو۔

جعفر خان۔ وہ قاسم ہوگا۔ میں نے اُسے سردار رحیم خان کے پاس دیکھا تھا۔ وہ اُودنی کا بیٹا ہے۔ سردار رحیم خان اُس پر مہربان ہے کہ اُس نے اس کی بھتیجی کو ڈوبنے سے بچایا۔ مگر سردار بے وقوف ہے۔

که ایک اجنبی کو سرکاری کام میں دست اندازی کرنے کا حکم دیدیا۔ تم کاغذ اپنے پاس رکھو۔ اور درست مت کرو۔ میں اُس کا بندوبست کرونگا۔ تم جاؤ اور مدار آتا ہے اُسے میرے پاس بھیجدو۔

(منشی جاتا ہے)

جعفر خاں۔ اس نوجوان کو سردار ہمراہ کیوں لایا ہے۔ دلاور علی میرا مخالف پہلے موجود ہے۔ یہ دوسرا اور آگیا۔ کچھ پرواہ نہیں۔ میں ان دونوں کے ساتھ خوب سمجھونگا۔

(مدار آتا ہے)

جعفر خاں۔ کیوں مدار کیا خبر لائے؟

مدار۔ خبر کیا لاتا تھا۔ گالیاں کھا آیا ہوں۔ میں داؤد خاں اردلی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ کہ دلاور علی آگیا اور مجھکو گالیاں دینے لگا آپ کو بھی سخت سُست کہا۔

جعفر خاں۔ ارے بُزدل تونے بھی گالیاں کھائیں۔ مجھے ہی ذلیل کر آیا اور کچھ بدلہ نہ لیا۔

مدار۔ جناب وہ دو تھے۔ میں اکیلا کیا کرتا۔ وہ مجھے مارنے پر آمادہ تھے۔

جعفر خاں۔ اگر میں تدبیر بتاؤں تو اس پر عمل کروگے۔؟

مدار۔ کیوں نہیں۔ مجھے بڑا غصہ ہے۔ میں بدلہ لونگا۔

جعفر خاں۔ دیکھو پانسو روپیہ لو۔ اور پانچ شُہدے لُچّوں کو تیار کرکے دلاور علی کو اور اس نوجوان کو جو سردار کے ہمراہ آیا ہے مروا ڈالو۔

مدار۔ مگر وہ تو سیّد ہے۔ سیّد کو مروانا مسلمان کے لئے اچھا نہیں

جعفر خاں۔ سید ہے تو کیا ہوا۔ تم ان مسلمانوں سے زیادہ مسلمان ہو۔ جنہوں نے کربلا کے میدان میں امام کو شہید کیا تھا۔

مدار۔ مگر ان پر تو لعنتیں برستی ہیں کوئی اُن قاتلوں کا نام لعنت کے بغیر نہیں لیتا۔

جعفر خاں۔ لعنتیں اُن کا کیا بگاڑ سکتی ہیں اور ہمارا حال تو کسی کو

معلوم نہ ہوگا۔ تم کو کوئی لعنت
نہیں کریگا۔

غدار۔ مگر میرا ضمیر مجھے ملامت
کرے گا۔

جعفر خاں۔ ضمیر کی اچھی کہی۔ غدار
ہمارا تمہارا بھی کوئی ضمیر ہے؟ یہ
واہیات بات ہے۔ ضمیر کوئی چیز
نہیں۔ تم روپیہ کمانیکا خیال رکھو
اور بس۔ اگر یہ دونوں مارے جائیں
تو ایک ہزار روپیہ تم کو انعام
ملے گا۔

غدار۔ (خوش ہوکر) ایک ہزار!
بہت بہتر۔

آٹھواں سین

امینہ
گاتی ہوئی

جورِ فلک کہ نازِ ستمگر اٹھائیے
اِکدل ہزار داغ ہیں کیونکر اٹھائیے
غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر
مرجائیے نہ منتِ خنجر اٹھائیے

میرا سلام آپ کا ایک وقت ہو
اُٹھے مزہ جو ہاتھ برابر اٹھائیے
منظور ہو جو عشق تواضع ضرور ہے
سر پہ جو بوجھ اٹھائیے جھک کر اٹھائیے
یکتا ہے صنم پہ قسم رُخ کی کھائیے
قرآن اٹھائیے ہی تو حق پر اٹھائیے
ہے عشق کی نماز میں تکبیر کا یہ لطف
دونوں جہاں سے ہاتھ برابر اٹھائیے
دل کی جلن کو ہاتھ میں اپنے ہے یہ اثر
بجلی نہیں شرار جو پتھر اٹھائیے
بے چشمِ مستِ یار نہیں لطفِ میکشی
اب انجمن سے شیشہ و ساغر اٹھائیے
آساں نہیں ہے عشقِ بتِ سنگدل امیر
یہ بوجھ اٹھائیے تو سمجھ کر اٹھائیے

رحیم خاں۔ (آکر) کیوں بیٹی تو
اداس ہی رہتی ہے۔ سرنگا پٹم کی
آب و ہوا نے تم پر اچھا اثر نہیں
کیا ہے۔ کیا کوئی تکلیف ہے۔

امینہ۔ نہیں چچا جان۔ کوئی تکلیف
نہیں۔ نئی جگہ ہے آہستہ آہستہ
دل لگ جاویگا۔ آپ فکر نہ
کریں۔

رحیم خاں۔ میں نے قاسم کو سرقت

حساب کی پڑتال پر لگایا ہے۔ کل سلطان کے حضور حاضر کرکے سپاہ گری کا خلعت اُسے دلا دونگا۔ جعفر خان جمعدار کڑھیگا۔ مگر قاسم خان کے مقابلہ میں اُسکی کچھہ حقیقت نہیں۔

امینہ۔ قاسم نے بڑی جانبازی کا کام کیا ہے۔ اور دشمن کا مقابلہ کرکے ایک گونہ سلطان کیخدمت کی۔

رحیم خاں۔ ایک گونہ! یہ بڑی بھاری خدمت ہے۔ سلطان بڑا خوش ہوگا۔

امینہ۔ تو انگریز صلح کے پابند نہیں رہے۔

رحیم خاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چڑھائی کا ارادہ کر رہے ہیں میرا قیاس ہے کہ لڑائی جلدی شروع ہوجائیگی۔ میں نے داؤد خاں کو خبر لانے کے لئے بھیجا ہے۔

امینہ۔ چچا جان! آپ لڑائی میں جائینگے تو مجھے تنہا چھوڑ جائینگے؟

رحیم خاں۔ ہاں بیٹی تو گھر میں رہیگی۔

امینہ۔ میں آپ کے ہمراہ جاؤنگی۔

رحیم خاں۔ تو گھبرا جائیگی۔ تو نہیں جانتی لڑائی میں کیسی مصیبت پڑتی ہے۔

امینہ۔ میں سب مصیبت برداشت کرونگی۔ مگر آپ کے ساتھہ رہونگی۔

داؤد۔ خانصاحب۔

(خان باہر جاتا ہے)

امینہ۔ معلوم نہیں لڑائی کا انجام کیا ہو۔ میں ساتھہ رہونگی۔ تو اُس کی صورت تو دیکھا کرونگی۔

(خان اندر آتا ہے)

رحیم خاں۔ بیٹی داؤد خان خبر لایا ہے کہ انگریزوں کی فوج سرنگاپٹم کیطرف بڑھ رہی ہے۔ میں جاتا ہوں اور سلطان کو خبر دیتا ہوں

نانواں سین

شاہراہ

پانچ لٹیرے مسلح

پہلا۔ سناؤ یار تم نے اُسی کہان

دیکھا تھا؟

دوسرا۔ وہ سردار رحیم خان کے گھر گیا ہے۔

تیسرا۔ کوئی سپاہی بھی اُس کے ساتھ تھا۔

دوسرا۔ نہیں وہ اکیلا تھا۔ اور جلدی جلدی جا رہا تھا۔

چوتھا۔ تو یہیں گھات میں بیٹھیں

پانچواں۔ دلاور علی کا ذکر کرتے ہو۔

دوسرا۔ ہاں اُسی کا۔

پہلا۔ مگر قاسم کو بھی مارنا ہے۔

دوسرا۔ آج اُس کا کام تمام کریں اور کل وہ سرے کا کر دینگے۔ ہم پانچ ہیں۔ ہمارے آگے کیا مشکل ہے۔

پہلا۔ اگر اُس نے مقابلہ کیا تو۔

دوسرا۔ مقابلہ! ایک آدمی پانچ آدمیوں کا کس طرح مقابلہ کرسکتا ہے۔ ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام ہو جائیگا۔

پہلا۔ اچھا سڑک کے ایک طرف چھپ رہیں جب وہ اس طرف گذرے تو ایک دم اس پر حملہ کر دیں۔ اس کو سنبھلنے نہ دیں۔

(سب چھپ جاتے ہیں)

(دلاور علی آتا ہے)

دلاور علی۔ انگریزوں نے پھر چڑھائی کی۔ اب لڑائی ہوگی۔ مردوں کو شجاعت دکھانے کا موقع ملیگا۔ وفاداروں کو وفاداری اور بیوفاؤں کو بیوفائی دکھانیکا وقت ہاتھ آئیگا۔ مجھے جعفر خاں پر کچھ شک سا پڑتا ہے اس کا نوکر مدار بڑا بدمعاش ہے۔ خیر میں اُنکی تاک میں ہوں۔ ہاں یہ آواز کیسی آئی (تلوار پر ہاتھ رکھکر) وہیں پانچوں اس پر حملہ کرتے ہیں۔

دلاور علی۔ قدم پیچھے ہٹا کر تلوار نکال کر مقابلہ کرتا ہے۔

دلاور علی۔ او موذیو! اس حملہ کے کیا معنی۔ لے تُو تو مزہ چکھ۔

(ایک کو زخمی کرکے گرا دیتا ہے)

دوسرا۔ ارے بدمعاش ہمارا آدمی قتل کر دیا۔ اب تیری جان کی خیر نہیں بچکر حملہ کرو۔

اُسی وقت قاسم اور نرسنگداس
آتے ہیں اور تینوں مل کر آن فان
میں قاتلوں کو ڈھیر کر دیتے ہیں۔

دلاور علی۔ میر صاحب وقت پر
پہنچے۔ ورنہ میں مارا گیا تھا۔ آپ کس
طرح آ گئے۔

قاسم۔ نرسنگداس کو کچھ خبر ملی تھی
اور میں اُسے لیے ہوئے سردار رحیم خان
کی طرف جا رہا تھا۔ راہ میں تمہیں
گھیرے ہوئے دیکھا۔ مگر حملہ آور کون
تھا؟ کوئی گُنڈے معلوم ہوتے
ہیں۔

دلاور علی۔ آپ نے بڑی امداد
کی۔ میں آپ کا اور آپ کے دوست
کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپکی دوستی
اس خود غرضی اور نفاق کے زمانہ
میں قابل تعریف ہے۔

نرسنگداس۔ ہم بچپن کے دوست
ہیں اور مرتے دم تک دوست رہیں
گے۔

دلاور علی۔ میر صاحب لڑائی شروع
ہوتی ہے۔ انگریزی فوج حیدر آباد
کیطرف سے آ رہی ہے۔

نرسنگداس۔ اور میں نے سنا ہے
کہ انگریزی فوج کرناٹک کیطرف
سے آ رہی ہے۔

دلاور علی۔ ہائیں۔ اُدھر سے بھی۔ دو
طرف سے حملہ ہوا تو لڑائی خطرناک
ہوگی۔

نرسنگداس۔ اور بہادروں کو شجاعت
دکھانے کا موقع ملیگا۔

قاسم۔ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ
وہ وقت آئے کہ میں سلطان کے
دشمنوں کا سر تن سے جدا کروں۔

(زلفو دوڑتا ہوا آتا ہے)

زلفو۔ آ گئے آ گئے فرنگی آ گئے۔

قاسم (زلفو کو پکڑ کر) زلفو کیوں
بدحواس ہوا ہے۔ کہاں آ گئے۔

زلفو۔ بازار میں لوگ کہہ رہے
تھے میں سُن کر مارے دہشت کے
بھاگ نکلا۔ چلو میر صاحب بھاگو
انگریز ہمیں پکڑ لیں گے۔

قاسم۔ نامرد کیوں چیختا ہے۔ بیفائدہ
ڈرتا ہے جبتک ہم زندہ ہیں۔ تب
تک انگریز سرنگاپٹم میں قدم نہ
رکھیں گے۔

زلفو۔ تو کیا انگریز نہیں آئے۔

قاسم۔ کسی نے گپ اڑا دی ہے انگریزوں کا آجانا کچھ مخول ہے بڑی خونریز لڑائیاں ہونگی۔

زلفو۔ اوہو! تو میں یونہی گھبرا گیا تھا۔ توبہ توبہ مجھے کیسا ڈر لگتا ہے۔

قاسم۔ اچھا جمعدار صاحب۔ ہم سردار صاحب کے پاس جاتے ہیں

(سب چلے گئے)

دسواں سین

بازار

مدار۔ آج ایک تو مارا جائیگا۔ اور کل وہ سرے کا بھی کام تمام ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ مجھے مل جائیگا۔ میں مالا مال ہو جاؤنگا جعفر خاں کی مجھ پر بڑی مہربانی ہے۔ میں ہی اُس کے کام کا آدمی ہوں۔ بس جیسا مالک ویسا نوکر مگر ہائیں وہ کون آرہا ہے۔

دلاور علی! یہ کیسے بچ گیا۔ خدا وہ پانچ مسلح آدمی کیا بزدل نکلے۔ کیا اُنھوں نے اس پہ حملہ نہیں کیا۔ کیا سبب یہ تو بُری بات ہوئی۔ جعفر خان ناراض ہوگا۔ مجھے موقوف نہ کردے۔ پھر میں روپیہ کہاں سے کماؤنگا۔

(دلاور علی آتا ہے)

مدار۔ سلام جمعدار صاحب۔ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔

دلاور علی۔ گھر جا رہا ہوں۔ تو کُتے یہاں کیا کر رہا ہے۔ کیا کسی کی گھات میں بیٹھا ہے۔

مدار۔ آپ مجھ پر ہمیشہ ناراض رہتے ہیں۔ دیکھئے میں آپکا تابعدار ہوں۔ مجھے گھات میں بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے

دلاور علی۔ ابھی پانچ بدمعاشوں کو تو قتل کر کے آیا ہوں جو میری گھات میں بیٹھے تھے۔ میں نے سمجھا تم بھی اسی ارادے سے کھڑے ہو تم کو بھی انکے ساتھ شامل کردوں

مدار۔ خدا کے لئے بندہ پر ناراض نہ ہوجئے۔ میں آپکا بدخواہ نہیں

ہوں۔ آپکو مجھ پر بدظنی ہے۔

دلاور علی۔ تو اس سیاہ دل جعفر خاں کا نوکر ہے۔ اور اس کا رازدار ہے پھر تجھ پر بدظنی کیوں نہ کریں۔

مدار۔ میں کسی بُرے مشورے میں شامل نہیں۔ آپ ناحق بدگمان ہیں

دلاور علی۔ اچھا میں تمہاری تاک میں ہوں۔ ابھی کچھ نہیں کہتا۔

(دلاور علی جاتا ہے)

مدار۔ ہماری تاک میں ہے۔ خدا خیر کرے۔ پانچ آدمیوں کو قتل کردیا آدمی ہے یا جن ہے۔ اب میں جعفر خاں کو کیا مُنہہ دکھاؤں گا۔ وہ سامنے سے آرہا ہے۔

(جعفر خاں آتا ہے)

جعفر خاں۔ کہو مدار کوئی خبر ملی ؟

مدار۔ حضور وہ کام تو نہ ہوا۔ دلاور علی ابھی یہاں سے گذرا ہے اُس نے پانچ آدمیوں کو قتل کردیا۔

جعفر خاں۔ پانچ آدمیوں کو اُس نے قتل کردیا۔ میں باور نہیں کرتا۔

مدار۔ وہ ایسا ہی کہتا تھا۔

جعفر خاں۔ نہیں وہ ڈر کر بھاگ گئے ہونگے۔ یہ لُچے شہدے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

مدار۔ حضور میں نے تو اپنی طرف سے بڑے من چلے آدمی چُنے تھے

جعفر خاں۔ مضائقہ نہیں۔ تم کو تمہارا انعام ملجائیگا۔

مدار۔ مہربانی۔ بندہ تابعدار ہے

جعفر خاں۔ سنو وہ بیرڈ صاحب تم کو یاد ہے۔ جو یہاں تھا۔ اور جس کو میں ملنے جایا کرتا تھا۔

مدار۔ مجھے خوب یاد ہے۔

جعفر خاں۔ سنو خبر آئی ہے۔ کہ انگریزی فوج میسور کی طرف آرہی ہے۔ تم جاؤ اور بیرڈ صاحب کو ملو۔

مدار۔ مگر مجھے وہ گرفتار نہ کرلیں

جعفر خاں۔ نہیں اُلو! تیری بڑی خاطر داری کرینگے۔ تم نے بیرڈ صاحب کو ملنا۔ اس کو میرا اسلام

دینا اور کہنا کہ میں ہمہ تن آپ کا خیر خواہ ہوں۔ جس وقت انگریزی فوج نزدیک آئیگی۔ اول میں تو کسی بہانہ آملوں گا۔ اگر مل نہ سکا تو تمہارے ذریعہ ان کو قلعہ کے اندرونی حال سے خبر دیتا رہونگا اور ہر طرح سے امداد دونگا۔

مدار۔ بہت بہتر۔

جعفر خاں۔ یہ بھی کہنا کہ میں اپنا وعدہ پورا کرونگا۔ آپ کو بھی وعدہ پورا کرنا ہوگا۔ اچھی طرح تسلّی کرکے پھر میرے پاس واپس آنا۔ بس ابھی تیاری کرو اور جاؤ۔ میں تمہیں بہت انعام دونگا۔ جاؤ نمک حلال رہنا۔ بیوفائی نہ کرنا۔

مدار۔ بہت بہتر۔

(جعفر خاں جاتا ہے)

مدار۔ خوب میرے نصیب اچھے ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ جعفر خان ناراض ہوگا وہ تو خوش سے انعام بھی دیتا ہے اور آئندہ کا وعدہ کرتا ہے۔ میرے جیسا آدمی کہاں ملتا ہے۔ اب میں انگریزی کمپ میں جاؤنگا۔

(مدار جاتا ہے)

گیارھواں سین

مکان

غزل قاسم

خیال زلف و عارض ہیں قضا کی
نماز صبح و شام اک جا ادا کی

شب غم میں جو ہم کو ہاتھ آتا
درازی ناپتے روز جزا کی

وہ بیکس تھے کہ تربت پر ہماری
چڑھائی چرخ نے چادر گھٹا کی

عدم میں کیا تماشہ ہے کہ ذرات
چلی جاتی ہے سب خلقت خدا کی

کئے ہم نے یہ بتخانوں میں سجدے
کہ بت کہنے لگے رحمت خدا کی

دلا ہم سے گلا اس دلربا کا
شکایت آشنا سے آشنا کی

تیرے کشتے نے خنجر ہی کے نیچے
مصیبت جھیل لی روز جزا کی

الٰہی مرچکوں جھگڑا ہی چھوٹے
کہیں آسان ہو مشکل قضا کی
دُکھے کیونکر نہ دل آواز نے سے
صدا ہے یہ کسی درد آشنا کی

(نرسنگداس آتا ہے)

نرسنگداس۔ کہو قاسم تیار ہو؟

قاسم۔ ہاں بالکل تیار ہوں۔ تم بھی تیار ہو آئے۔ سردار صاحب کہتے تھے۔ کہ ہم دونوں کو آج سلطان کے حضور پیش کرینگے۔ میری رسالداری کے لئے اور تمہاری جمعداری کے لئے اُنہوں نے سفارش کی ہے۔

نرسنگداس۔ سلطان تمہاری شجاعت سُن کر بڑا خوش ہوا ہوگا۔

قاسم۔ سردار صاحب کہتے ہیں سلطان نے بڑی تعریف کی۔ اور بہت خوش ہو کر کہنے لگا۔ کہ کل دونوں کو ہمارے روبرو پیش کرو۔

نرسنگداس۔ تو چلو چلیں۔

قاسم۔ نہیں سردار صاحب کہتے تھے کہ اسی جگہ ہمارا انتظار کرنا۔

نرسنگداس۔ اچھا مگر عشق کی سناؤ۔ کچھ کم ہوا یا نہیں۔

قاسم۔ عشق دن بدن ترقی پر ہے۔ جس دن سے سرنگاپٹم آئے ہیں وہ صورت دکھائی نہیں دی یوں تو ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہے۔

نرسنگداس۔ تمہاری وہی مثل ہوئی۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

قاسم۔ ہاں میرے دوست! دن رات اسی کا تصور رہتا ہے

دن تو تیرے تصور میں گذر جاتا ہے
رات کو خواب میں تو ہی نظر آتا ہے

نرسنگداس۔ کیوں نہ ہو

ہر وقت نئی دُھن ہے ہمیں تازہ تصور
جاؤ گے کہاں بچکے حیا والے ہمارے

قاسم

شب فرقت تصور تمہارا اعجاز تھا کیا تھا
کہ جب میں نے بلایا ہے تیری تصویر بولی ہے

نرسنگداس

تصور کی لے دل یہ سب خوبیاں ہیں
کہ ہے شام غربت میں صبح وطن ہی

قاسم

عشق مجھکو نہ سہی وحشت ہی سہی
میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

نرسنگداس

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں تو عداوت ہی سہی

قاسم

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تیری عادت ہی سہی

نرسنگداس

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

قاسم

تصور کے صدقے خیالوں کے قرباں
کمر میں تیری ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں

نرسنگداس

الٰہی یہ کس کے ہیں خوں کے پیاسے
کہ خنجر زبانیں نکالے ہوئے ہیں

(رحیم خان آتا ہے)

رحیم خاں۔ کیا شعر بازی ہو رہی ہے

قاسم۔ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔

رحیم خاں۔ تو چلو چلیں۔ دربار کا وقت قریب ہے۔ اس خبر کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کہ انگریز دونوں طرف سے بڑھ رہے ہیں۔

قاسم۔ بازار میں عام خبر ہے۔

رحیم خاں۔ قاسم تمہیں نام پیدا کرنے کا بڑی جلدی موقع ملے ہے تمہیں خوش ہونا چاہئے۔

قاسم۔ میں بڑا خوش ہوں۔ خدا مجھے توفیق دے۔ کہ میں سلطان کے دشمنوں کا سر تن سے الگ کروں اور انکے خون میں نہاؤں۔

رحیم خاں۔ بیشک سلطان کو اپنے نمک حلال نوکروں پر ایسی ہی امید ہے۔ خدا ہماری مدد کرے۔ اور ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

(تینوں دربار کیطرف گئے)

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

سلطان کا محل

(سلطان ٹیپو جانماز پر دوزانو بیٹھ کر)

غزل

کچھ غم نہیں جو پیش ہو دفتر قصور کا
عنوان نامہ نام ہے ربّ غفور کا

کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا
دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا

ہمت ہی شرط راہ خدا ہے کھلی ہوئی
پہنچا وہ جس نے قصد کیا راہ دُور کا

محروم اس کے خوان تجلے سے کون ہے
حصہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا

وہ صاف دل ہو مردمک چشم کی طرح
جس کے سیاہ خانہ میں عالم ہے نور کا

مے اعتقاد صاف کی ہمیں رہے مدام
مینائے دل کو سنگ نہ توڑے فتور کا

زاہد لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغ زہد
جھونکا نہ آئے پاس ہوائے غرور کا

حاضر مرے جنازہ پہ ہوں سب ملائکہ
سایہ ہو سر پہ مثل سلیمان طیور کا

کیا ڈر جو قصر عفو مقام بلند ہے
زینہ لگا کے پہنچو نگا عذر قصور کا

دیدار کا تو عہدہ وفا ہوگا حشر کو
ارشاد ہو علاج دل ناصبور کا

دیکھا نہیں ہے تجھکو مگر شوق دید ہے
مشتاق غائبانہ ہوں تیرے حضور کا

انگریزوں نے چڑھائی کر دی۔ عہدنامہ پر خاک ڈالدی۔ کیوں نہیں تیاری کر لی ہوگی۔ میسور اُن کی آنکھوں میں کانٹا کھٹکتا ہے۔ شیر میسور کے نام سے اُن کے بدن میں لرزہ پڑتا ہے وہ جانتے ہیں جب تک یہ شیر زندہ ہے تب تک وہ دکن میں آرام سے حکومت نہیں کر سکتے۔ بنگالہ سنبھال لیا۔ اب دکن پر قبضہ چاہتے ہیں۔ آہ! میرے ہم جنسوں نے میری ایک نہیں سُنی۔ سندھیا خاموش رہا مرہٹہ اور نظام وعدہ کر کے پھر گئے۔ کوتہ اندیش بیوقوف یہ نہیں سمجھتے کہ انگریزوں کا کام کمپ میں پھوٹ ڈال کر فتح حاصل کرنا ہے۔ آج مجھکو فتح کریں گے۔ تو کل مرہٹوں کو نیست و نابود کرینگے۔ اور پرسوں نظام کو نیچا دکھائیں گے۔ لالچ۔ لالچ طمع حرص۔ خود غرضی۔ آہ! تمہارا

ستیا ناس ہو۔ تم نے کچھ کرنے نہیں
دیا ؎

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جب اپنے دلبر زر کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ اُنکے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
پہ انکو اس چمن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا کبھی نہیں
ترک اس عیال و قوم کو کرنا کبھی نہیں
اے غافلاں فنا کند این سرائے عام
دنیا دون نماند و نماند کس مدام

آج اگر میرے ساتھ سب مل جاتے اور انگریزوں کو شکست دیکر سمندر میں غرق کر دیتے تو آرام سے اپنی اپنی سلطنتوں میں بیٹھے رہتے۔ مگر میری کسی نے نہ سُنی۔ فرانسیسیوں نے مجھے وقت پر دغا دی۔ میرا صرف خدا پر ہی بھروسہ ہے۔ کیا میں انگریزوں سے مل جاتا تو وہ مجھے کیا کچھ دینے کا وعدہ نہ کرتے۔ مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ انگریز ایک ایک کرکے سب کو کھا جائیں گے۔ اُن کا علاج یہی تھا۔ کہ مل کر اُن کو ملک سے نکال دیا جاتا۔ اچھا نظام کو غلامی مبارک ہو مرہٹوں کو خدمتگاری مبارک ہو۔ ٹیپو کی غیرت غلامی برداشت نہیں کر سکتی۔ ٹیپو کی حمیت یہ ذلت سہہ نہیں سکتی۔ میں اپنے ارادہ پر قایم ہوں۔ اور میں تنہا انگریزوں کا مقابلہ کرونگا۔ یا تو اُن کو مار مار کر ملک سے نکال دونگا۔ یا اپنی جان اس کشمکش میں دیدونگا۔ میں نہ رہونگا مگر میری باتیں باقی رہیں گی۔ میرا نام باقی رہے گا۔ کسی وقت وہ دانت پیسیں گے۔ اور حسرت کے ساتھ ٹیپو کو یاد کرینگے۔ مگر اُس وقت کوئی ٹیپو ان میں نہ ہوگا۔ خوب دو طرف سے انگریزوں نے چڑہائی کی ہے۔ انہیں اچھی چال سوجھی ہے کرناٹک کیطرف سے جنرل سٹوارٹ آرہا ہے۔ حیدرآباد کی طرف سے جنرل ہیرس آرہا ہے۔ اب میں باہر

جاکر مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کدھر جاؤں
کدھر نہ جاؤں۔ دونوں طرف سے
تھوڑی تھوڑی فوج بھیجتا ہوں۔
کہ دونوں فوجوں کو روکے رکھیں اور
میں سرنگاپٹم کو محفوظ کرتا ہوں اپنے
افسروں کے ساتھ بھی مشورہ کروں
وہ کیا رائے دیتے ہیں۔

(فریدہ سلطان کی ملکہ آتی ہے)

ٹیپو۔ فریدہ کیوں۔

فریدہ۔ یوں آپکو دیکھنے آئی تھی
کیا تشویش ہے۔

ٹیپو۔ تشویش کوئی نہیں انگریزوں
نے دونوں طرف سے چڑھائی کردی
ہے۔ میں افسروں کے ساتھ مشورہ
کرنے دربار میں جاتا ہوں۔ ذرا میرا
لبادہ لے آؤ۔ فریدہ جاتی ہے۔
افسوس نظام نے ایک بھائی
بادشاہ کو چھوڑکر غیروں کی رفاقت
اختیار کی۔ افسوس ہم پر کیسا برا
وقت آیا ہے۔

گانا

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں۔
اب ہم میں خود وہ طاقت و قوت نہیں رہی
وہ سلطنت و رعب و شوکت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
مولیٰ سے اپنی کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مرگئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

(فریدہ لبادہ لاتی ہے اور بادشاہ
پہن کر دربار جاتا ہے)

(فریدہ گاتی ہے)

تجھے توبہ لگتی ہے یارب پیاری
پذیرا تو کر جلد توبہ ہماری
ہے فریاد رس تو ہی فریادیوں کا
ہماری تو فریاد سن اے خدا
نہیں ہے کوئی تیری رحمت سے مایوس
نہ کر ہمکو اپنی عنایت سے مایوس
رہی رحم تیرا سدا عاصیوں پر
سو کر رحم ہم پر بھی اے رب اکبر
تو دے بخش یارب خطائیں ہماری
تو کر دور رنج اور بلائیں ہماری
مرادیں ہماری تو برلا خدایا !
قصوروں کی اصلاح فرما خدایا
ہمیں جس سے لگتا ہے ڈر تو چھڑا دے
بچا ہم کو تو ہر بلا و مرض سے

دوسرا سین

دربار

(دیوان کشن راؤ۔ میر غفور۔ رحیم خاں
قاسم۔ نرسنگداس۔
میر صادق۔ لطف علی بیگ۔ کمانڈر انچیف)

دیوان کشن راؤ۔ سردار رحیم خاں۔
کیا سچ مچ کچھ انگریز راستہ میں
آپ سے دو چار ہوئے۔

رحیم خاں۔ واقعی پچاس سوار گاؤں
لوٹ رہے تھے۔

دیوان۔ تم نے خوب مقابلہ کیا۔

رحیم خاں۔ مگر میرے ان نوجوان
دوستوں نے ایک بھی زندہ نہ چھوڑا۔

دیوان۔ حضور سلطان سن کر بہت
خوش ہوئے۔ امید کہ آج ان پر
مہربانی فرماوینگے۔

رحیم خاں۔ میری یہ سفارش ہے
کہ میر قاسم کو رسالدار اور نرسنگداس
کو جمعدار مقرر کیا جائے۔

دیوان۔ سلطان خوشی سے منظور
کرلیں گے۔ سلطان بہادری اور
شجاعت کے قدردان ہیں۔

(چوبدار آکر۔ سلطان تشریف
لاتے ہیں۔ سب اٹھکر تعظیم دیتے ہیں
سلطان آتا ہے اور سب یکزبان
ہوکر)

"اقبال خداداد ترقی پر ہو شیر
میسور گرجتا رہے۔ دشمنوں کا دل
کانپتا رہے"

سلطان۔ سردار رحیم خاں یہ وہ
نوجوان ہیں؟ سامنے لاؤ۔ (قاسم
اور نرسنگداس سامنے آتے ہیں)
تم سید ہو اور تم ہندو ہو۔ میں بڑا
خوش ہوں۔ کہ تم باہم دوست ہو اگر
ہندو مسلمان تمہاری طرح ایک ہو
جائیں تو پھر ہم کو اندیشہ نہ رہے
کیوں کشن راؤ۔؟

دیوان۔ بجا فرماتے ہیں سلطان۔

سلطان۔ رحیم خاں ان نوجوانوں
کو کیا انعام دینا چاہئے

رحیم خاں۔ حضور میر قاسم کو رسالدار
اور نرسنگداس کو جمعدار شاہی رسالہ
کا مقرر کیا جائے۔

سلطان۔ ان کی خدمات کے معاً

ہیں تو اس کی کچھ حقیقت نہیں مگر
نوجوان ہیں اور تجربہ کار نہیں۔ اچھا
کوئی حرج نہیں۔ شجاعت میں سب
کچھ آتا ہے

دیوان کشن راؤ! خلعت فاخرہ
ان دونوں کو پہناؤ۔ ہاں میر صادق
اور خبر آئی؟

میر صادق۔ حضور! انگریزی فوج
دونوں طرف سے بڑھتی آ رہی ہے۔

سلطان۔ لطف علی بیگ۔ تمہاری
کیا رائے ہے۔

لطف علی۔ میری یہ رائے ہے کہ
فوج کے دو حصے کرکے دونوں طرف
مقابلہ کے لئے بھیجی جائے۔ جنرل ہیرس
کے مقابلہ پر اگر حضور تشریف لیجائیں
تو جنرل سٹوارٹ کے مقابلہ کو بندہ
چلا جائے۔ کیونکہ اُن کے ساتھ
جمعیت تھوڑی ہے۔

سلطان۔ نہیں میری یہ رائے ہے
کہ دونوں طرف تھوڑی تھوڑی فوج
بھیج کر اُن کو روکا جائے۔ اور ہم اس
جگہ کو محفوظ کر لیں۔ انگریز تنگ ہو کر
خود بخود واپس چلے جائیں گے۔

لطف علی۔ حضور کی رائے درست
ہے بندہ کا کلی اتفاق ہے۔

سلطان۔ رحیم خان نظام کی طرف
سے تو کوئی امداد کی توقع نہیں۔

رحیم خان۔ میں نے نظام کو ہر چند
سمجھایا۔ مگر اس کو انگریزوں نے لالچ
دیا ہے۔ اسلئے وہ انگریزوں کے ساتھ
مل گیا ہے۔ اُس کی فوج بھی جنرل
ہیرس کے ہمراہ آ رہی ہے۔

سلطان۔ افسوس۔ نظام نے میری
تجویز منظور نہیں کی۔ اور میری بات
کو رد کیا۔ اچھا کچھ پرواہ نہیں۔ ہمارا
بھروسہ خدا پر ہے۔ ہم تن تنہا ان
کافروں کو سمندر میں غرق کرینگے۔

رحیم خان۔ حضور اجازت دیں تو
بندہ کچھ عرض کرے اگر نظام کے سپہ سالار
اسد علی کو لالچ دیا جائے۔ تو وہ شاید
ہماری طرف ہو جائے۔

سلطان۔ افسوس! رحیم خان۔
ایسے وفادار ہو کر تم نے ایسی تجویز پیش
کی۔ یہ بہادروں کا کام نہیں۔ ہم لالچ
سے کسی کو اپنے ساتھ نہیں ملانا چاہتے
ہماری شجاعت پر دھبہ عائد ہو گا۔

ہمیں مردانہ وار کام کرنا چاہیئے۔ انگریز
اگر تمام ہندوستان کے رئیسوں کی فوج
ہمارے سامنے لا کھڑی کردیں۔ تو بھی
ہم مردانہ وار اُن کا مقابلہ کریں گے۔ مرد
کا کام کیا ہے۔ یا دشمن کو مار ڈالنا۔ یا آپ
مارا جانا۔ مار لیا۔ تو دشمن کو ملک سے
نکال دیا۔ اور مارے گئے۔ تو شہادت
کا رتبہ حاصل کیا۔ ملک کے لئے جان
دینے سے بڑھ کر اور کیا ہے۔ اپنی آزادی
کیلئے مرنے سے بہتر کیا ہے۔ غلامی
سے بچنے کے لئے جان قربان کردینے
سے اچھا کیا ہے۔ رہینگے۔ تو آزاد رہیں
گے۔ ورنہ بہشت میں ڈیرا جا لگائینگے
ہمیں اسمیں گھاٹا ہی کیا ہے۔

رحیم خاں۔ میرا قصور معاف کیجئے۔ ہم
سب حضور کے ساتھ جان دینے پر تیار ہیں

سلطان۔ چوبدار۔ ذرا جعفر خاں کو
بلاؤ۔ (چوبدار جاتا ہے) ملطف علی
بیگ ابھی انتظام کرو۔ تھوڑی تھوڑی
فوج دونوں طرف ایک ایک افسر کے
ماتحت روانہ کرو۔ (جعفر خاں آتا ہے)
جعفر خاں تم ایک دستہ فوج ساتھ لو
آدھا [illegible]

کے ہمراہ کس قدر فوج ہے؟

جعفر خاں۔ بہت بہتر حضور۔
(جعفر خاں جاتا ہے اور دل میں کہتا
ہے۔ میری قسمت کیا ہی اچھی ہے۔
جس بات کا مجھے تردد تھا۔ خود بخود ہو
گیا۔ میں انگریزی فوج میں جانا چاہتا تھا۔
مجھے خود سلطان نے بھیج دیا۔ اب میرا مطلب
حاصل ہوگا۔ اور میری آرزو بر آئیگی۔

سلطان۔ میر غفور تم قلعہ کے
گورنر ہو۔ قلعہ کی حفاظت کا انتظام
کرو۔ خندقوں کو دیکھو۔ فصیل
کا ملاحظہ کرو۔ مورچے قایم کرو۔

میر غفور۔ حضور کا اقبال بلند ہو
ہمارا قلعہ بڑا مضبوط ہے۔ خدا کرے
کہ انگریز دور سے شکست کھا کر بھاگ
جائیں۔ لیکن نوبت قلعہ تک پہنچی
تو انگریز بھی یاد کرینگے۔ کہ کبھی قلعہ
کا محاصرہ کیا تھا۔

سلطان۔ اور یہ بھی یاد کرینگے
کہ قلعہ کا گورنر کیسا بہادر اور شجاع
تھا۔ میر غفور مجھے تمہاری بہادری [illegible]
اور شجاعت پر بڑا بھروسہ [illegible]

سردار سب کے سب بہادر اور جانباز ہیں۔ اور کوئی ایسا بزدل اور غدار نہیں۔ کیونکہ ایک افسر بھی غداری کرے۔ تو معاملہ دگرگوں ہو جاتا ہے۔ دیوان کشن راؤ! مرہٹوں نے اچھا نہیں کیا۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اگر میری ریاست جاتی رہی تو ہندوؤں کا اس میں فایدہ ہے مگر یہ یاد رکھیں۔ کہ مجھ کو مغلوب کرکے وہ مرہٹوں کی سرکوبی کریں گے۔ انگریز نہ ہندو کو چاہتے ہیں نہ مسلمان کو۔ وہ اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ اور جو ان کی اس خواہش کے سامنے روکاوٹ پیدا کریگا۔ خواہ ہندو ہو۔ خواہ مسلمان۔ وہ اس کو مٹائے بغیر نہیں رہیں گے۔

کشن راؤ۔ آپ بجا فرماتے ہیں۔ مرہٹوں کی واقعی بے سمجھی ہے۔ خیر! وہ تو ہندو ہیں۔ نظام کو دیکھئے مسلمان ہو کر حضور کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ پہلے حضور کو امداد کا وعدہ کیا۔ اب انگریزوں کو امداد دی ہے۔ دو گنا فرق پڑ گیا۔ اگر خاموش رہتا تو بھی اچھی بات تھی۔ ہم انگریزوں کے ساتھ سمجھ لیتے۔

رحیم خاں۔ نظام نے واقعی غضب ڈھایا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

نظام کو لالچ نے گھیر لیا۔ یہ طمع نہ ہوتا۔ تو مغلیہ سلطنت برباد نہ ہوتی۔ ہر ایک صوبہ دار نے خود مختار بن کر دہلی کی سلطنت کو کمزور کردیا۔ نواب شجاع الدولہ نے اودھ میں کیا کیا۔ سندھیا نے کیا کیا مغلیہ شہنشاہ سے سر پھیر لیا۔ اور اپنے شہنشاہ کو سلام کرنے سے منہ موڑ لیا۔ مگر اب انگریزوں کے سامنے خوب سجدہ کر رہے ہیں۔ یہی حال دکن کا ہوگا۔ ہمیں تو کچھ پرواہ نہیں۔ ہم اپنا فرض ادا کردیں گے۔ آئندہ جو خدا کو منظور ہوگا۔ ہوگا۔

اچھا۔ اب دربار برخاست کریں۔ مجھے رات کو مطلق نیند نہیں آئی۔ اب ذرا جاکر آرام کرتا ہوں۔

(سب جاتے ہیں)

مناجات

قربان تست جان من اے یار محسنم ‖ با من کدام فرق تو کردی کہ من کنم

ہیچ آگہی نبود ز عشق و وفا مرا ‖ خود بخشی متاع محبت بدامنم

ایں خاک تیرہ را تو خود اکسیر کردۂ ‖ بود آں جمال تو کہ منور ست احسنم

ایں صیقل دلم نہ بہ زہد و تعبدست ‖ خود کردۂ بہ لطف و عنایات روشنم

صد منت تو ہست بریں مشت خاک من ‖ جانم رہین لطف عمیم تو ہم تنم

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند ‖ اول کسے کہ لاف تعشق زند منم

یارب مرا بہر قدمم استوار دار ‖ آں روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

تیسرا سین

امینہ

غزل

رہے وہ جان جہاں یہ جہاں رہے نہ رہے ‖ مکیں کی خیر ہو یارب مکاں رہے نہ رہے

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں ‖ پھر اسقدر بھی ہمارا نشاں رہے نہ رہے

خدا کے واسطے کلمہ بتوں کا پڑھ زاہد ‖ پھر اختیار میں غافل زباں رہے نہ رہے

ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغ شوق سجود ‖ جبیں رہے نہ رہے آستاں رہے نہ رہے

خزاں تو خیر سے گذری چمن میں بلبل کو ‖ بہار آئی ہے اب آشیاں رہے نہ رہے

تڑپ رہی جو یہی دل کی بعد مرنے کے ‖ زمین گور تہ آسماں رہے نہ رہے

قیام روح پہ قالب میں اعتماد نہ کر ۔۔۔ کچھ اعتماد نہیں مہماں رہے نہ رہے
رواں ہی تیغ لگادے میرا بھی بیڑا پار ہو ۔۔۔ پھر اس طرح سے کشتی رواں رہے نہ رہے
دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر خیر کرلے ۔۔۔ بدن میں جان دہن میں زباں رہے نہ رہے

(رحیم خاں آتا ہے)

رحیم خاں۔ بیٹی تمہاری خواہش پوری نہیں ہوئی۔ سلطان نے فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ سرنگاپٹم میں ہی انگریزوں کا مقابلہ کرے۔ ہمیں باہر جانا نہیں پڑیگا۔ اور تمہیں میدان جنگ کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑیگی۔

امینہ۔ میری خواہش اس لئے تھی کہ آپ کے ہمراہ رہوں۔ اگر آپ اس جگہ رہیں گے۔ تو میں بھی یہاں خوش ہوں۔

رحیم خاں۔ مجھے نتیجہ اچھا نظر نہیں آتا۔ انگریزوں نے دو طرف سے چڑھائی کی ہے۔ اور نظام کی فوج بھی اُن کے ہمراہ ہے۔ بڑی تیاری کرکے آئے ہیں۔ فکر ہے۔ کہیں ہم مغلوب نہ ہوجائیں۔

امینہ۔ خدا نہ کرے۔ کہ کافر ہم پر غالب آئیں۔ پھر ہمارا کیا حشر ہوگا

رحیم خاں۔ اسی بات کی تو بیٹی فکر ہے۔ سلطان بڑا دلاور ہے۔ وہ میدان سے مُنہ موڑنے والا نہیں۔ میں اس کا جان نثار ہوں۔ اور سلطان کی جان کے ساتھ میری جان وابستہ ہے۔ معلوم نہیں۔ جنگ کا انجام کیا ہو۔ میری یہ خواہش ہے۔ کہ میں تیرا کچھ انتظام کردوں۔ تاکہ میرے بعد تیری حفاظت کوئی اور کرسکے۔ (امینہ نے سر نیچے کرلیا) امینہ۔ میں۔ کچھ جواب نہیں دیتی۔ ہاں تو کس طرح سے جواب دے۔ میری غلطی ہے۔ کہ میں نے تجھے پوچھا۔ اچھا تو جا آرام کر (امینہ جاتی ہے) واقعی میں نے غلطی کی۔ ہندوستان کی لڑکیاں کب اپنے مُنہ سے کچھ کہہ سکتی ہیں ہندوستان کی لڑکی سر جائے تو بات مُنہ سے نہ نکلے۔ اے ہندوستان تیرے مرد تو بگڑے گئے ہیں مگر

تیری لڑکیاں بڑی حیا والی اور باعفت
ہیں۔ ماں باپ جس کے لڑ لگا دیں
ذرا اُف نہیں کرتیں۔ امینہ کو پوچھنے
کی مجھے کچھ ضرورت نہیں۔ جس
دن میر قاسم کو میں نے دیکھا تھا
اور اس نے امینہ کو بچایا تھا۔ مجھے
اسی وقت یہ خیال ہوا تھا۔ کہ میں
میر قاسم کو بیٹا بنا لوں۔

مگر میں نے سوچا۔ کہ میر قاسم کو
پہلے منصبدار بنا لوں۔ تاکہ لوگ
یہ نہ کہیں۔ کہ رحیم خاں نے اپنی
بھتیجی اور وزیر کی بیٹی ایک بیٹیل
کو دے دی۔ سلطان نے اسے
خلعت فاخرہ عطا کیا ہے۔ رسالدار
بنا دیا ہے۔ شجاعت میں وہ نظیر
نہیں رکھتا۔ خاندان کا سید ہے
اس سے بہتر اور کیا چاہیئے۔ بس
اس تجویز کو جلدی عمل میں لانا چاہئے
سلطان سے اجازت لیکر کل ہی
قاسم اور امینہ کی شادی کر دیتا
ہوں۔ اور جلسہ کی تیاری کرتا ہوں
امید کہ سلطان بھی جلسہ شادی
میں شریک ہونا منظور فرماوینگے۔
معلوم نہیں۔ کل کیا پیش آجائے
یہ خوشی تو دیکھ لیں۔ سلطان کی
طبیعت کا بڑا بوجھ ہے۔ وہ بھی
اس جلسہ میں شریک ہونے پر
خوش ہوگا۔

چوتھا سین

جلسہ شادی

(زلفو اور داؤد)

داؤد۔ شاباش زلفو آج بڑے
خوش ہو۔

زلفو۔ کیوں بھئی تمہیں خوشی نہیں
وزیرزادی کا میر قاسم سے بیاہ
ہوگا۔ تم اس میں راضی نہیں۔

داؤد۔ کیوں نہیں۔ میں بڑا خوش
ہوں۔ ایسا بہادر داماد سردار
صاحب کو کہاں ملے گا۔

زلفو۔ بھئی جوڑا خوب ہے۔ گویا
خدا نے انہیں ایک دوسرے کے

لئے بنایا ہے۔ دیکھو خدا کے راز بھی کیسے نیارے ہیں۔ کہاں کا میر قاسم اور کہاں کی وزیرزادی کیا اتفاق پیش آیا کسی طرح ان کا نکاح ہوتا ہے۔

داؤد۔ مقدر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے۔ وہی پیش آجاتا ہے۔ اگر نالہ کا حادثہ پیش نہ آتا۔ تو ہم میر قاسم کی شکل بھی شائد نہ دیکھتے۔

زلفو۔ کہتے ہیں آج کے جلسہ میں سلطان بھی تشریف لاویں گے۔

داؤد۔ جب ہی تو اتنی تیاری ہے جلسہ مزیدار ہوگا۔ اور ہم سب کو خاطرخواہ انعام بھی ملے گا۔

زلفو۔ مگر مہمان آنے شروع نہیں ہوئے۔ خود سردار صاحب بھی تو ابھی نہیں آئے۔

داؤد۔ سردار صاحب تو کپڑے پہن رہے ہیں۔ آیا ہی چاہتے ہیں۔

(رحیم خاں۔ قاسم اور نرسنگداس آتے ہیں)

رحیم خاں۔ زلفو انتظام تو اچھا کر داؤد تم نے بہت محنت کی۔ تم دونوں کو بڑا انعام ملے گا۔

(رحیم خاں۔ قاسم اور نرسنگداس بیٹھ جاتے ہیں)

زلفو۔ خدا کرے سردار کے ہاں ایسے ہی جلسے ہوتے رہیں۔ بندہ تو ان جلسوں میں ہی رہتا ہے۔ آج میں بڑا خوش ہوں۔

داؤد۔ مگر یہاں اب اور ہی جلسے ہونے والے ہیں۔ سرنگی طبلہ کی جگہ توپ تفنگ کی آوازیں آئیں گی۔ اور کنچنیوں کی جگہ مرد ناچیں گے۔

زلفو۔ توبہ۔ توبہ۔ مرد ناچیں گے مجھے تو ناچنا نہیں آتا۔ داؤد! تم تو ضرور ناچو گے۔

داؤد۔ ہمارا تو کام ہی یہی ہے۔ تیرے جیسے ہیجڑے وہاں کب ناچ سکتے ہیں۔

زلفو۔ ٹھہرو۔ کوئی آتا ہے۔ (میر غفور۔ کشن راؤ۔ میر صادق۔ لطف علی بیگ آتے ہیں۔ رحیم خاں استقبال کرتا ہے۔

سب۔ سردار صاحب۔ مبارک۔

مبارک۔

رحیم خاں - مہربانی تشریف رکھیئے۔

چوبدار - (اندر آکر) حضور سلطان تشریف لاتے ہیں۔ (سلطان آتا ہے۔ اور سب تعظیم دیتے ہیں۔

(سلطان بیٹھ جاتا ہے)

سلطان - رحیم خاں مبارک!

رحیم خاں - حضور کی بندہ نوازی (طوائف آتی ہیں۔ اور مجرا شروع کرتی ہیں۔)

سہرا

اے جواں بخت مبارک ترے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتی زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابش حُسن سے مانند شعاعِ خورشید
رُخ پہ پُر نور ہے تیرے یہ منور سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ
دیکھیں مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تاجی میں اور بنے میں رہے اخلاص بہم
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

سلطان - بہت خوب! ہاں کوئی غزل؟

اس کعبۂ دل کو کبھی ویران نہیں دیکھا
اس بت کو کب اللہ کا مہمان نہیں دیکھا

کیا ہم نے عذاب شب ہجراں نہیں دیکھا
تم کو جو یقین آئے تو ہاں [illegible] نہیں دیکھا

ہم جیسے ہیں ایسا کوئی دانا نہیں دیکھا
تم جیسے ہو ایسا کوئی نادان نہیں دیکھا

کہتے ہو بس کہ دیکھ لیا ہم نے ترا دل
ہاں دیکھ لیا اور پھر ارماں نہیں دیکھا

کیا واسطے اس کے پریشانی دل کی
جس بت نے کبھی خواب پریشاں نہیں دیکھا

لو اور سنو کہتے ہیں وہ دیکھ کے مجھکو
جو حال سنا تھا وہ پریشاں نہیں دیکھا

سلطان - بہت خوب۔ ہاں کچھ ادب؟

کیوں نالے کریں بلبلِ گلشن تو نہیں ہم
اے ضبط جنون عقل کے دشمن تو نہیں ہم

دلکو جو بچاتا ہوں تو کہتی ہیں یہ آنکھیں
کیا لوٹ ہی لینگے کوئی رہزن تو نہیں ہم

ذلت سے کبھی لینگے نہ ہم بوسۂ گیسو
صدقے کئے دیتی ہو برہمن تو نہیں ہم

غیروں کے جو دشمن ہیں تو کیا تیری طرح سے
اے دوست کسی دوست کے دشمن تو نہیں ہم

کیا نالہ کشی کی ہمیں بت دیتے ہیں ترغیب
انسان ہیں ناقوس برہمن تو نہیں ہم

سلطان۔ بہت خوب! کچھ اور؟

دل نا دان تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟

شکن زلف عنبریں کیوں ہے
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟

لالہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟

ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا۔
اور درویش کی صدا کیا ہے؟

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟

سلطان۔ ہم اس جلسہ سے بہت خوش ہوئے۔ خدا بچے کو قائم رکھے۔ کچھ جواہرات بیگم نے دلھن کے لئے بھیجے ہیں۔ یہ لو۔ اور ہم دولھا کو اپنی طرف سے جاگیر بخشتے ہیں۔ دیوان کشن راؤ! میر قاسم کے نام حکمنامہ جاگیر کا لکھ دو۔ اب جلسہ برخواست۔ شکریہ کچھ ضرورت نہیں۔

(سب جاتے ہیں)

پانچواں سین

جنرل ہیرس ولزلی اور بیرڈ

ہیرس۔ بیرڈ! کیا صلاح ہے؟

بیرڈ۔ میری صلاح ہے کہ آگے نہ بڑھیں۔ یہیں ملاولی میں ڈیرا لگا دیں ایسا نہ ہو کہ آگے بڑھنے سے ہمیں رسد وغیرہ کی دقت ہو۔

ولزلی۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ آگے بڑھنے سے پہلے جنرل سٹوارٹ کی فوج بھی ہم سے مل جائے۔

ہیرس۔ مجھے حیرانی اس امر کی ہے کہ سلطان ٹیپو نے کوئی حرکت نہیں کی۔ شائد کہیں گھات میں نہ بیٹھا ہو۔ اور چیتے کی طرح ہم پر ٹوٹ نہ پڑے۔

بیرڈ۔ میرا بھی یہی خیال ہے ہمیں اس جگہ ذرا ستانا چاہیئے۔

(ایک انگریز سپاہی جعفر خاں کو پکڑے لاتا ہے۔)

سپاہی۔ اس شخص کو معہ ۱۲ سواروں کے میں نے کیمپ کے نزدیک گرفتار کیا۔ اس نے مقابلہ نہیں کیا اور کہا کہ مجھے بیرڈ صاحب کے پاس لے چلو۔

بیرڈ۔ آہا۔ جعفر خاں ہے! بہت خوب سپاہی تم جاؤ۔

جعفر خاں۔ سلام۔ صاحب! بندہ آپ کی بات نہیں بھولا۔ میں آپ کو ملنا چاہتا تھا۔ اور خدا نے سبب بنا دیا۔

بیرڈ۔ کیا سبب؟

جعفر خاں۔ سلطان ٹیپو نے مجھے چند سواروں کے ساتھ آپ کی خبر لانے کے لئے بھیجا ہے۔ اور میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اب بندہ حاضر ہے۔

بیرڈ۔ سلطان کیا کر رہا ہے۔

جعفر خاں۔ سلطان کو خبر لگ گئی ہے۔ کہ دونوں طرف سے انگریزی فوج آ رہی ہے۔ اس لئے آپ کا مقابلہ سرنگاپٹم میں کریگا۔

بیرڈ۔ کہیں دھوکا نہ ہو۔

جعفر خاں۔ بالکل ہو سکا نہیں۔ سلطان قلعہ کو مضبوط کر رہا ہے تھوڑی سی فوج آپ کا مقابلہ کرنے آئے گی۔ مگر زیادہ تر فوج سرنگاپٹم میں رہے گی۔

ہیرس۔ بے شک ٹیپو کو بڑی اچھی چال سوجھی ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ایک طرف مقابلہ کے لئے آویگا تو دوسری طرف کی فوج سرنگاپٹم پر دھاوا کر کے جلدی اس پر قبضہ کرے گی۔ مگر اس نے بڑی ہشیاری کی۔

ولزلی۔ بے شک وہ بڑا بہادر ہے اور ہشیار ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ انگریزوں کے ساتھ اسے سخت دشمنی ہے، معلوم نہیں۔ وہ انگریزوں کا کیوں دشمن بن گیا ہے۔

جعفر خاں۔ سلطان کو خیال ہے کہ آپ تمام دکن پر قبضہ کر لیں گے اس لئے وہ آپ کو ملک سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہیرس۔ اس کا خیال غلط ہے۔ ہم کسی کے ملک پر قبضہ نہیں کرتے جب تک ہم ایسا کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ بنگالہ کے نوابوں نے ہم کو مجبور کیا۔ ہماری تجارت کو نقصان پہنچایا۔ اس لئے ہم کو بنگالہ پر قبضہ کرنا پڑا۔

جعفر خاں۔ مگر سلطان کو یقین ہے کہ جس طرح آپ نے بنگال پر قبضہ کیا۔ ویسے ہی آپ کوئی بہانہ تلاش کر کے دکن پر بھی قبضہ کر لیں گے۔

ولزلی۔ سلطان کا خیال غلط ہے۔ ہم اس کو نہ چھیڑتے۔ مگر چونکہ وہ ہمارے دشمنوں فرانسیسیوں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور ان کا دوست بنا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی طرف سے کھٹکا رہتا ہے۔

ہیرس۔ بس ہم کو یہی اندیشہ ہے دیکھو نظام نے فرانسیسیوں کو نکال دیا۔ اور ہم ان سب کے دوست بن گئے ہیں۔

جعفر خاں۔ مگر نظام آپ کا دوست نہ بنتا۔ تو ٹیپو کو آپ شکست نہ دے سکتے۔ یہ آپ نے بڑی چال کی۔ واقعی آپ بڑے دانا ہیں۔

سلطان بھی اس لئے گھبراتا ہے۔

ہیرڈ۔ اچھا جعفر خاں تم ہم کو مدد دوگے؟

جعفر خاں۔ میں ایسی آپ کو امداد دونگا۔ کہ آپ آسانی سے قلعہ پر قبضہ کرسکیں۔ کیا آپ اپنا وعدہ پورا کریں گے؟

ہیرڈ۔ بے شک لڑائی کے بعد ہم وعدہ پورا کریں گے۔ مگر تم اب واپس سلطان کے پاس جاؤگے؟

جعفر خاں۔ نہیں صاحب میں واپس جانے کی جرأت نہیں کرسکتا اگر سلطان کو ذرا بھی شک پڑ گیا۔ تو مجھے فی الفور قتل کرادیگا۔ اگر آپ نے میری امداد لینی ہے۔ تو مجھے اپنے ہمراہ رکھئے۔ میں نے ایک دو آدمیوں سے انتقام بھی لینا ہے

ہیرڈ۔ جنرل ہیرس! آپ کی کیا صلاح ہے؟

ہیرس۔ کیا تم کو اس آدمی پہ پورا اعتبار ہے؟

ہیرڈ۔ ہاں۔

ہیرس۔ تو اپنی ذمہ داری پہ اس کو ہمراہ رکھو۔ جو وعدہ تم اس کے ساتھ کروگے۔ ہم لڑائی کے بعد پورا کردینگے۔ کیا اس کے سوار اس کے ہمراہ رہیں گے؟

جعفر خاں۔ نہیں صاحب ان کو قید میں رکھیئے۔ وہ سلطان کے وفادار سپاہی ہیں۔ میں نے ان کو ایک حکمت سے لڑنے نہیں دیا ورنہ وہ مقابلہ کرکے لڑ کر مرجاتے اور میرے نوکر مدار کو جسے میں نے بھیجا تھا۔ ممکن ہو۔ تو قتل کردیں۔ وہ بڑا لالچی ہے۔ کہیں ہمارا راز فاش نہ کردے۔ اس کو سردست قید میں ڈال دو۔

ہیرس۔ اچھا ہیرڈ جعفر خاں تمہاری سپرد ہے۔ اس کی خاطر داری کرو۔

ولزلی۔ تو کیا یہی صلاح ٹھیری کہ اسی جگہ کیمپ لگائیں۔

ہیرس۔ ہاں یہی مناسب ہے۔

(سب جاتے ہیں)

چھٹا سین

فریدہ

مُناجات

ہر روز دیکھتا ہے ہماری خطا ہزار | کرتا خیال اُن کا تو مولےٰ ذرا نہیں

تو دیکھ کر ہمارے بڑے سے بڑے گناہ | ہے پردہ پوش اور کبھی کھولتا نہیں

دریائے مغفرت کا ترا آئے جوش میں | عاصی کو خوف روز جزا کا ذرا نہیں

تیری ثنا کو کون بھلا کر سکے بیان | ہرگز کسی کو لائق حمد و ثنا نہیں

تھامے ہوئے ہیں تو نے زمین و آسماں | تیرے سوا کوئی بھی انہیں تھامتا نہیں

پیدا کیا ہوا کا سمندر زمین کے گرد | مرجائیں دم میں ہووے جو اک دم ہوا نہیں

سب مشکلیں تو فضل سے آسان کر خدا | مولا ترے سوا کوئی مشکل کشا نہیں

سلطان (اندر آکر) فریدہ۔ فریدہ! افسوس!! افسوس!! دونوں طرف مجھے شکست ہوئی۔ کیسے نالائق سردار ہیں۔ کچھ بھی مقابلہ نہیں کیا کیوں نہیں کٹ کے مر گئے۔ میدان سے کیوں پیچھے بھاگے۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دن مقابلہ کرتے رہیں گے۔ انگریزوں کو ڈر رہیگا۔ کہ کمک آرہی ہوگی۔ مگر میرا خیال غلط نکلا۔ اس حرام زادے جعفر خاں نے بڑا دغا کیا۔ دشمنوں کو ہماری جمعیت کی اطلاع کردی۔ ہماری فوج کو انگریزوں اور حیدرآباد کی فوج نے ایک دم گھیر لیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ بے ایمان جعفر نے میرے دشمنوں کو میری کمزوری کا پتہ دیدیا۔ ضرور جعفر خاں نے بے ایمانی کی ہے۔ نمک حرام بے

ایمان اگر میرے سامنے آیا۔ تو اُس
کو اپنے ہاتھ سے قتل کرونگا۔ مگر خیر
انگریزی فوج " آگے بڑھ نہیں سکتی
راستہ میں رسد اور چارہ اُن کو
مطلق نہیں ملیگا۔ مگر وہ حرام زادہ
جعفر خاں اُن کے ساتھ ہے۔ تو
وہ ضرور انہیں اس راستہ کو
چھوڑنے اور دوسرا راستہ اختیار
کرنے کی صلاح دیگا۔ وہ علاقہ
سے بخوبی واقف ہے۔ اُدھر جنرل
سٹوارٹ بھی برابر آرہا ہے۔ اب
دونوں فوجیں اکٹھی ہو جائنگی۔

فریدہ۔ آپ خدا پر بھروسہ رکھیں
ابھی کچھ بگڑ نہیں گیا۔ سرنگا پٹم کا
قلعہ مسخر ہونا بڑا مشکل ہے۔ ہماری
ضرور فتح ہوگی۔

سلطان۔ بے شک فریدہ خدا
نے چاہا۔ تو ضرور فتح ہوگی۔ مگر مجھے
اس شکست کو سن کر سخت
غصہ آرہا ہے۔ فریدہ! میں تم پر
خوش ہوں۔ کہ تم مجھے تشویش
کے وقت حوصلہ دلاتی ہو۔

فریدہ۔ اگر گستاخی معاف ہو۔ تو
ایک عرض میں کروں۔

سلطان۔ اچھا کہو۔

زبیدہ۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ میں
اتنا جوش نہیں۔ جتنا پہلے تھا۔
میں اب وہ آگ نہیں دیکھتی۔ جو
آپ کے سینہ میں مشتعل تھی۔
آپ زیادہ مغموم اور دلگیر رہتے ہیں
بہادر اور شجاع آدمی کے دل میں
غم نہیں آنا چاہیئے۔ اور ایک
سچے مسلمان کو صرف خدا پر بھروسہ
رکھنا چاہیئے۔

سلطان۔ مجھ میں وہ آگ نہیں
رہی؟ یہ تو نے کیا کہہ دیا۔ میں انگریزوں
کے خون کا پیاسا ہوں۔ میں کافروں
کو پامال کرنے پر تلا ہوا ہوں۔
دشمنوں کو سمندر میں غرق کرنے پر
آمادہ ہوں۔ مگر میں تنہا ہوں۔

فریدہ۔ تنہائی کا خیال آپ کیوں
کرتے ہیں۔ خدا داری چہ غم داری
صرف خدا پر بھروسہ رکھیں۔ ہماری
کتابوں میں کیا لکھا ہے؟ عرب کی
تاریخ کیا کہتی ہے۔ ان کا کون مدد
گار تھا۔ ان کے پاس کیا سامان تھا

کس طرح انہوں نے دنیا کو
فتح کر لیا۔

سلطان۔ آہ! عرب کی تاریخ
مجھے خوب یاد ہے۔ مگر عرب کا ایک
ایک سپاہی ایک ایک جرنیل تھا۔
کوئی ان میں دغا باز نہیں تھا۔ کوئی
ان میں بے وفا نہ تھا۔ مگر اب ہماری
وہ حالت نہیں۔ ہر ایک خود غرض
ہو رہا ہے۔

فریدہ۔ مگر لکھا ہے خدا کی رحمت
سے کبھی مایوس نہ ہو۔ آپ کے
پاس بہت سے جاں نثار ہیں۔

سلطان۔ بے شک میرے پاس
بہت سے جاں نثار ہیں۔ میں خود
بھی جان دینے سے دریغ نہیں
کرتا۔ جس سلطان کی بی بی اتنی
دلیر ہے۔ وہ سلطان خود کیا شجاع
ہوگا۔ اچھا فریدہ فکر نہ کر۔ جنگ کے
وقت تو مجھے کمزور نہ دیکھیگی۔ جب
میں ہتھیار باندھ کر میدان میں گیا۔
تو یاد رکھنا۔ یا تو فتح پا کر آؤنگا۔ اور
یا میری لاش محل میں آئے گی۔

فریدہ۔ تو نے مجھے طعنہ دیکر آگ
لگا دی ہے۔

فریدہ۔ میں آپ پر قربان
دل میں ملال نہ لائے۔ میں آپ
کا رنج و غم دور کرنا چاہتی ہوں۔
جب ہم خدا کے بندے ہیں۔
اور خدا کے قائل ہیں۔ تو ہمیں خدا
پر صابر شاکر رہنا چاہیئے۔ اور
اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ ہمارے
لئے کچھ یہی جہان تو نہیں۔ ایک
اگلا جہان بھی ہے۔

سلطان۔ بے شک فریدہ تو
سچ کہتی ہے۔

(فریدہ جاتی ہے) اچھا ہوا
کہ مرہٹے اور نظام مجھ سے
ہٹ گئے۔ کیا عجب تھا۔ کہ
میرے ساتھ ہو کر وہ پھر مجھے
دغا دیتے۔ میں جان دینے
پر تلا ہوا ہوں۔ مجھے کسی کی
امداد کی کیا ضرورت۔ میں
اپنا فرض ادا کروں گا۔ ملک
اور آزادی کے لئے جان دونگا
وہ غلامی کے خواہشمند اچھا ہوا۔
مجھ سے ہٹ گئے۔

نظم

بحمد اللہ کہ خود قطع تعلق کرد ایں قومے
خدا از رحمت و احسان میسر داد خلوت را

چہ دوزخہا کہ میدیدم بہ بیدار چنیں زوہا
بنازم دلبر خود را کہ بازم داد جنت را

بہ نخوت ہمی آید بدست آں دامن پاکیش
کے عزت ازو یابد کہ سوزد رخت عزتہا

نمی باید مرا یک ذرہ عزتہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

ہمہ درواند ریں عالم امان و عافیت خواہند
چہ افتاد ایں سر ما را کہ میخواہد مصیبت را

ہمہ خلق و جہاں خواہد برائے نفس خود عزت
خلاف من کہ میخواہد براہ یار ذلت را

ہمہ عباسیاں را از نفاق خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

شب تاریک و بیم موج و قوم ما چنیں غافل
کجا زیں غم رہوم یارب نما خود دست قدرت را

کجا غوغائے شاں بر خاطر من وحشتے دارد
کہ صادق نہ دلے نبود اگر بیند قیامت را

ساتواں سین

امینہ

مُناجات

اے خدا اے مرے غفور و رحیم
میرے مولا مرے خدائے کریم

کرتا ہے پرورش تو ہی میری
تجھ سے قائم ہے زندگی میری

ہوں گرانبار تیرے احسان سے
تجھ پہ قربان ہو دل جان سے

حد سے بڑھکر ہیں نعمتیں تیری
کیا بیاں کر سکے زبان میری

نعمتوں کا تری بیاں ہو کیا
گن سکے ہے یہ حوصلہ کس کا

سب پہ تیری ہی مہربانی ہے
تیری رحمت کی یہ نشانی ہے

تیرے انعام کا نہیں ہے شمار
میرا کیا منہ ہے کر سکوں اظہار

تو تونے سب کچھ مجھے کیا ہے عطا

قاسم (آکر) میری پیاری امینہ! کہو کیسی ہو؟

امینہ۔ میں۔ خدا سے دُعا مانگ رہی تھی۔ کہ خدا دشمنوں پر ہمیں فتح دے۔

قاسم۔ افسوس! جعفر خاں نے دغابازی کی۔ اُس نے دریا میں وہ جگہہ انگریزوں کو بتادی۔ جہاں سے وہ بآسانی اس پار آگئے ہیں اب بڑا سخت مقابلہ ہوگا۔

امینہ۔ یہ تو بڑے خطرے کی بات ہے۔

قاسم۔ بے شک بڑا خطرہ ہے سلطان نے ہم سب کو صلاح دی ہے۔ کہ سرداروں کے عیال و اطفال شاہی محل میں چلے جائیں۔ جہاں وہ حفاظت میں رہیں گے تاکہ انگریز اگر قلعہ کے اندر آجائیں۔ تو عورتوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

امینہ۔ صلاح تو نیک ہے مگر میں لڑائی کیسے دیکھوں گی۔

قاسم۔ شاہی محل سے سب کچھ دکھائی دیگا۔ سلطان کی بیگم کے پاس تم رہو گی۔

شکر کیا کیا کروں میں تیرا ادا

امینہ۔ بہت بہتر۔ میں حاضر ہوں اپنے شوہر کے حکم کی اطاعت سے زیادہ اور کیا فرض ہو سکتا ہے

قاسم۔ تم دل میں کہتی ہو گی۔ کہ کس کے لڑلگی۔ چار دن خوشی سے بھی بسر نہ کئے۔

امینہ۔ نہیں میں خوش ہوں اپنے مُلک کی حفاظت سے اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ میں اگر مرد ہوتی۔ تو خود لڑائی میں جاکر لڑتی۔

قاسم۔ بے شک تم بڑی بہادر ہو۔

امینہ۔ دیکھو لڑائی کے وقت ہرگز میرا خیال نہ کرنا۔ مبادا تمہارا بازو کمزور ہو جائے۔ میں محل سے دیکھوں گی۔ کہ تم کیسے لڑتے ہو۔

قاسم۔ تو چلو۔



آٹھواں سین

خاص دربار

مناجات

سلطان۔

مولا کریم تجھ سا کوئی دوسرا نہیں
یاور نہیں رفیق نہیں آسرا نہیں

ہے تجھ سے ہی وجود و بقا اس جہان کا
تیرے سوا کسی کا وجود و بقا نہیں

تو زندگی ہے سب کی سہارا ہر ایک کا
تیرے سوا قیام کسی چیز کا نہیں

سب قوتیں جو ہیں نظر آتی ہیں مستعار
سب عارضی ہیں اصل تو تیرے سوا نہیں

ہے معرض زوال میں ہر شے جہان کی
ہرگز بقا کسی کو بھی تیرے سوا نہیں

جلدی نہیں ہے کرتا کبھی انتقام میں
تجھ سا کوئی غفور و حلیم اے خدا نہیں

ماں باپ سے بھی بڑھ کے کہیں تو رحیم ہے
مولا عنایتوں کا تیری انتہا نہیں

تیری مصیبتیں بھی ہیں بس عین راحتیں
بندہ کو کچھ بھی اس میں شکایت کی جا نہیں

معشوق کا ہی دکھ بھی سکھ عاشق کیواسطے
عاشق وہ کیا کہ رنج میں جسکو مزا نہیں

جو دکھ بھی دے تو اسمیں سراسر ہے مصلحت
اصلاح حال کیلئے ہی کچھ برا نہیں

گر رنج دے تو صبر بھی دیجیئے کریم تو
کافر ہے شکر جس نے کہ تیرا کیا نہیں۔

وہ کام ہم سے ہوں کہ کرے تو انہیں پسند
ایسا نہ کام ہو تیری جس میں رضا نہیں

محتاج ہم کو غیر کے در پر نہ کیجیو
تیرے سوا تو کوئی بھی حاجت روا نہیں

(درباری آتے ہیں)

سلطان۔ نہایت افسوس ہے۔ کہ انگریز دریا سے بھی پار اتر آئے۔ کسی نے دغا بازی کی۔

رحیم خاں۔ یہ سب جعفر خان کی بے ایمانی ہے۔ وہ بڑا بے ایمان تھا۔ دلاور علی مجھے ہمیشہ اس کے خلاف

کہا کرتا تھا مگر میں اس خیال سے ٹال دیتا تھا۔ کہ شاید دونوں کو باہم رقابت ہے۔ اگر مجھے خیال ہوتا کہ اس نے ہم کو ایسا صدمہ پہنچانا ہے تو میں اُسے قتل کر دیتا۔

سلطان۔ اب افسوس کرنے سے کیا فایدہ؟ اب مقابلہ پر تیار رہنا چاہیئے۔ اب مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیئے۔

چوبدار۔ حضور ایک سپاہی انگریز جرنیل کی طرف سے چٹھی لایا ہے۔

سلطان۔ بلاؤ۔ (سپاہی آکر چٹھی دیتا ہے) میر صادق! دیکھو کیا لکھا ہے؟

میر صادق۔ حضور! اس میں لکھا ہے کہ :-

اگر مندرجہ ذیل شرائط سلطان منظور کرے۔ تو انگریزی فوج ہٹ جائیگی۔ اور واپس چلی جائیگی۔

شرط اوّل۔ سلطان کا سفیر انگریزوں کے پاس اور انگریزوں کا سفیر سلطان کے دربار میں مقرر رہو۔

شرط دوئم۔ جس قدر یورپین افسر سلطان کے پاس ہیں۔ فی الفور موقوف کر دیئے جائیں۔

شرط سوئم۔ سلطان فرانس کے ساتھ بالکل قطع تعلق کر دے۔ اور فرانسیسیوں کو میسور سے نکال دے۔ اور ان کو ملک میں آنے نہ دے۔

شرط چہارم۔ مالا بار اور جنوبی گھاٹ کے کل بندر انگریزوں کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ اور کچھ کچھ اضلاع نظام اور مرہٹوں کو بھی میسور کے علاقہ سے دیئے جائیں۔

شرط پنجم۔ متنازعہ فیہ اضلاع انگریزوں کے حوالہ کئے جائیں۔

شرط ششم۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد انگریزوں کو دیا جائے۔

شرط ہفتم۔ جو انگریز قیدی سلطان کے پاس ہیں۔ وہ آزاد کئے جائیں۔ اگر یہ شرائط سلطان منظور کرلے۔ تو ابھی محاصرہ اٹھا دیا جائیگا۔

سلطان۔ خوب! کشن راؤ! تمہاری کیا رائے ہے۔

کشن راؤ۔ میری رائے ناقص میں یہ آتا ہے۔ کہ اس دفعہ ہم کو چالاکی کرکے انگریزوں نے محصور کر لیا ہے۔ اگر یہ وقت کسی طرح ٹل

جائے۔ تو ہم اچھی طرح تیاری کر کے
اُن کا مقابلہ کرینگے۔

سلطان۔ نہیں کشن راؤ تمہاری
صلاح درست نہیں۔ میں ان
شرطوں پر صلح کروں؟ یہ کونسی مردمی
ہے۔ کہ فرانسیسیوں اور یورپینوں
کو بے قصور موقوف کر دوں۔ اور
ملک سے نکال دوں جنوبی گھاٹ
کے بندر انگریزوں کو اور نظام کو اور
مرہٹوں کو جنہوں نے میرے خلاف
امداد دی ہے۔ اضلاع دوں۔ ڈیڑھ
کروڑ روپیہ نقد دوں۔ اور انگریز
قیدیوں کو چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم میں
ایک شرط بھی منظور نہیں کروں گا۔
اور انگریز قیدیوں کو تو آج ہی قتل
کا حکم دیتا ہوں۔

کشن راؤ۔ حضور! آپ بے شک
شرائط نامنظور کریں۔ صلح نہ کریں۔
مگر انگریز قیدیوں کو مارنے کا حکم
نہ دیں۔ اس میں بدنامی ہوگی۔

سلطان۔ بدنامی؟ دشمنوں کا
خون بہانے میں بدنامی ہے؟ نہیں
کشن راؤ تیری رائے درست
نہیں۔ خوف نے تجھ پر غلبہ پا لیا
ہے۔ جنہوں نے ہم کو ملک سے
نکال دیا ہے۔ ان کو مارنے میں بدنامی
ہے؟ جنہوں نے ہمارے ملک کو لوٹا
ہے۔ اُن کو مارنے میں بدنامی ہے؟
کیا ہم ان کے ملک میں حملہ کرنے
گئے تھے۔ کہ ہم سے بدلہ لے رہے ہیں؟
ہم نے اُن کا کیا بگاڑا؟ ہم کو باہم
لڑا کر آپ مالک بن بیٹھے۔ اور اصلی
وارث دربدر۔ خدا کی قسم اگر ایک
کروڑ انگریز میرے پاس اس وقت
موجود ہوتے۔ تو میں سب کو قتل
کر دینے میں دریغ نہ کرتا۔ کیا انہوں
نے ہم پر رحم کھایا ہے۔ کہ ہم اُن پر
رحم کھائیں۔ بس میرا حکم ہے۔ کہ
تمام انگریز قیدی مارے جائیں۔
تاکہ صلح کی کوئی گنجائش نہ رہے۔
سنو سپاہی اپنے جنرل کو جا کر
کہو۔ کہ سلطان نے تیری شرطوں
کو پاؤں میں روند ڈالا۔ (پاؤں
میں روند کر) بس اس کا یہی جواب
ہے۔ (سپاہی جاتا ہے) میرے بہادرو
مسلح ہو جاؤ۔ ہم خود جنگ میں شریک

ہوں گے۔ اور اپنے ہاتھ سے دشمنوں کو قتل کرینگے۔ دربار برخاست۔ زندہ رہے تو دربار کریں گے۔ غلام بن کر دربار نہیں کرینگے۔ اے تخت! ٹیپو تجھ پر قدم نہ رکھیگا۔ جب تک کہ دشمنوں کو ملک سے نہ نکال دیگا۔

نواں سین

فریدہ و امینہ

(توپ کی آواز آئی)

فریدہ - لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ خدا خیر کرے۔

امینہ - خدا سلطان کو بچائے۔

فریدہ - اور میر قاسم کو بھی بچائے۔

امینہ - اگر پسند کریں۔ تو اوپر چڑھ کر لڑائی دیکھیں۔

فریدہ - چلو۔ مگر ٹھیرو۔ خدا سے دعا مانگ لیں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔

امینہ مجھے بھی بے چینی اور بیقراری ہے۔

(فریدہ اور امینہ ملکر)

فریدہ

میں ہوں مسکین و بے پر یا الٰہی
نہیں ہے یار و یاور یا الٰہی
کھڑی ہوں تیرے در پر یا الٰہی

امینہ

مصیبت میں پھنسی ہوں میرے مولا!
گرفتار بلا ہوں میرے مولا!
میرے آگے پڑا ہے غم کا دریا

فریدہ

نہیں میرا کوئی یار و معاون
نہیں فریاد رس کوئی تیرے بن
تجھے ہی میں پکاروں رات اور دن

امینہ

تیرا ہی کام ہے مشکل کشائی
تیرا ہی کام ہے حاجت روائی
میں روتی ہوں تیرے در پر الٰہی

فریدہ

نہیں کچھ کام ہے جز آہ و زاری
سدا نینوں سے ہیں آنسو ہی جاری
کہوں کیا مجھ پہ جو آفت ہے طاری

امینہ

تو ہی ہے دین اور دنیا میں کافی
تو ہی ہے بیماریوں میں آپ شافی

تو ہی دُکھ درد میں میرا ہے ساتھی

فریدہ

میں ہوں مغموم تو غم کھونے والا
کدورت دل کی ہے تو دھونے والا
تجھی سے کام ہے سب ہونے والا

امینہ

الم میں گھر رہی ہے جان میری
غموں سے ہو گیا گھائل میرا جی
نہیں تجھ بن مصیبت میں ہے کوئی

دسواں سین

لڑائی

(ٹیپو معہ رحیم خاں اور چند سپاہیوں کے آتا ہے)

ٹیپو۔ واہ واہ! شاباش۔ کافر خوب قتل ہو رہے ہیں۔ مگر دیوانہ ہیں۔

رحیم خاں۔ یہ انگریز شراب سے اپنی فوج کو بدمست کر دیتے ہیں شراب کی صراحی ہر ایک کے پاس رہتی ہے

ٹیپو۔ بے ایمان۔ کافر بے شک وہ بدمست ہیں۔ دیکھو بڑھے آتے ہیں۔ توپ سے بھی نہیں ڈرتے وہ دیکھو فصیل پر کوئی چڑھ گیا۔ آہ! وہ ملعون بیرڈ ہے۔ اور اُس کے ساتھ کون ہے۔ خدا کی قسم نمک حرام جعفر ہے۔ وہ اور انگریز سپاہی اوپر چڑھ آئے۔ رحیم خاں فائر کرو۔ (فائر ہوتا ہے) واہ واہ! کتنے گرے۔ مگر ملعون بیرڈ اور نمک حرام جعفر بچ گئے۔ ایک فائر اور۔ (فائر ہوتا ہے) آہ! کانپ گئے ہیں۔ بے ایمان کافرو! بڑھو آگے بڑھو۔ کیوں کھڑے ہو؟ مگر وہ دونوں موذی جوں کے توں کھڑے ہیں۔ سچ ہے حرامزادے کی رسی دراز ہے۔ واہ میر قاسم! واہ میر غفور! خوب! واہ کیا ہاتھ مارا ہے! نمک حرام جعفر کی تلوار اُڑا دی۔ وہ جعفر گرا۔ خوب! دلاور علی اور نر سنگھ داس نے اُسے قابو کر لیا۔ آہ! ہمارے پاس لائیں۔ اس نمک حرام کو غداری کا مزہ چکھائیں۔ خدا کی قسم ہماری

حسرت نکل جائیگی۔ آہ کافر بیرڈ
نے میر غفور پر وار کیا۔ واہ میر غفور
خوب ہاتھ سنبھالا۔ آہ کیسی کافر نے
گولی کا وار کیا۔ آہ میرا جان باز
میر غفور مارا گیا۔ اور دلاوروں میں
اپنا نام کر گیا۔

(گولیاں سلطان کو اور رحیم خان کو
لگتی ہیں)

رحیم خاں۔ آہ! میرے سلطان آپ
محل میں تشریف لے جائیں۔ لڑائی
دو بدو ہے۔ ہمیں لڑنے دیجیئے۔ آپ
زخمی ہوگئے ہیں۔

سلطان۔ نہیں ہم اسی جگہ لڑینگے۔
دشمن ہماری لاشوں پر سے گذر کر
قلعہ پر قبضہ حاصل کریں گے۔ (فائر
کرو) جتنے کافر مارے جائیں
اتنے ہی بہتر ہیں۔ (رحیم خاں گر پڑا)

سلطان۔ آہ! میرا وفادار اور جان
نثار۔ اچھا فکر نہ کرو۔ میں بھی آتا
ہوں۔ میں اپنے وفاداروں کو چھوڑ
کر زندہ رہ کر کیا کرونگا۔ (دومیں
گولی آکر لگتی ہے۔ اور سلطان گر
پڑتا ہے۔)

سلطان۔ آہ! یہ ساتویں گولی
مجھے لگی ہے۔ مگر ان گولیوں کا مجھے
درد نہیں۔ جتنا اس بات کا درد
ہے۔ کہ انگریزوں کا دکن پر قبضہ
ہوگیا۔ (ایک انگریز سپاہی آتا ہے)
آہ یہ سلطان ہے۔ مگر ابھی حرکت
کر رہا ہے۔ میں اس کا کام تمام کر
دوں۔ (بندوق کا فائر کرتا ہے۔
سلطان تلوار کا اس پر وار کرتا ہے
اور اس کو زخمی کر دیتا ہے) ظالم۔
کافر نامرد۔ (اور سلطان مر جاتا ہے)

(قاسم آتا ہے)

قاسم۔ افسوس شکست ہوگئی۔
سلطانی افسر اور سپاہی جان توڑ
کر لڑے۔ مگر دشمن زیادہ تھے اچھا

شکست و فتح ہے ہاتھ میں خدا کے امیر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

سلطان بھی شہید ہوگیا۔ رحیم
خاں، میر غفور سب کے سب کام
آگئے۔ دکن کا ستارہ ڈوب
گیا۔ اور فرنگیوں کا چمکا اٹھا
خدا کو یہی منظور ہے۔ تو پھر اس
میں کسی کا کیا چارہ۔

غزل

شیر میسور مر مٹا افسوس! — رستمِ ہند چل بسا افسوس
اے دکن اب تیرا خدا حافظ — پاسباں اٹھ گیا تیرا افسوس
آج بیوہ ہوئی شجاعت تو — مٹ گیا تیرا آسرا افسوس
ناز کس پر کرے گی عزت تو — اٹھ گیا تیرا آسرا افسوس
ہائے اپنا دلیر او جری — اور پھر آیا دیکھا افسوس
مرہٹو مر مٹو گے تم اک روز — ایسی دم بازی دیتا افسوس
پئے شادی ستم شعار نظام — تو نے کی شیر سے دغا افسوس
اب کریں ہند میں فرنگی راج — کوئی راجہ نہیں رہا افسوس
باہمی بغض و حسد کے ہاتھوں — دن دہاڑے یہ گھر لٹا افسوس

اے ہندوستان افسوس۔ تجھ پر ہزار افسوس! تو نے اپنے پاؤں آپ کلہاڑی ماری۔ مرہٹو! تیار ہو جاؤ۔ اب تمہاری باری آئے گی۔ باہم پھوٹ ڈال کر ملک فتح کرنا ہی انگریزوں کو آتا ہے۔ ہندوستان کے لوگ بیوقوف بے سمجھ۔ خود غرض اور حاسد ہیں۔ بس ایک شیر مرد ان میں تھا۔ وہ بھی آج مارا گیا۔ اور بہادری میں نام کر گیا۔ ہندوستان کا ستارہ ڈوب گیا۔ انگریزوں کا ستارہ چمکا۔ ان کا اقبال یاور ہے۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ (قاسم جاتا ہے)

گیارہواں سین

راستہ

(جعفر خاں کو دلاور علی اور نرسنگداس قید کئے لاتے ہیں)

جعفر۔ دلاور علی۔ خدا کے واسطے مجھے چھوڑ دو۔ تم ناحق میرے مخالف بنے رہے۔ جو چاہو لے لو۔ مجھے چھوڑ

دو۔ ہائے انگریزوں کو فتح ہو گئی۔
اور میں گرفتار ہو گیا۔ بولو۔ جو مانگو۔
میں دیتا ہوں۔

دلاور۔ بے ایمان تو نے مجھے کیا سمجھا
ہے۔ کیا میں بھی تیری طرح بے
ایمان ہوں؟ تو نے بڑا غضب کیا۔
تیرے سوائے سلطانی فوج میں
کوئی نمک حرام نہیں نکلا۔ دیکھ
میر قاسم کو انگریز جرنیل نے اس کی
شجاعت دیکھ کر بڑا انعام اور عہدہ
دینا چاہا۔ مگر قاسم نے انکار کیا۔
اور کہا۔ کہ ٹیپو کے بعد میں کسی کو
اپنا آقا نہیں بناؤں گا۔

جعفر۔ آہ! امیر قاسم بیوقوف ہے

نرسنگداس۔ وہ بیوقوف نہیں وہ
بہادر اور وفادار ہے۔ وہ سلطان
کے عیال و اطفال کی حفاظت اپنے
اوپر فرض سمجھتا ہے۔

جعفر۔ اچھا بھائی میری جان تو
چھوڑ دو۔

دلاور علی۔ بس ابھی تیرا فیصلہ کئے
دیتے ہیں۔ ابھی تو میٹھی نیند سو
جائیگا۔

جعفر۔ اچھا مجھے چھوڑتے نہیں۔
تو کم از کم انگریز جرنیل کو خبر دو۔
کہ میں گرفتار ہوں۔ اس لئے جو کچھ
چاہو لے لو۔ اس میں تمہارا کیا
حرج ہے۔ انگریز خود مجھے چھڑا
لیں گے۔

دلاور علی۔ اچھا جب تجھے پھانسی
دے لیں گے۔ تو پھر خبر کر دیں
گے۔ چلو۔

بارھواں سین (۱۲)

پھانسی

قاسم۔ نرسنگداس نہیں آیا کہیں
جعفر بھاگ نہ گیا ہو۔ کہیں انگریزوں
کو خبر نہ مل گئی ہو۔ نہیں وہ آرہے
ہیں۔ (تینوں آتے ہیں) جعفر خان
دیکھتے ہو۔ تمہیں تخت پر بٹھائیں
گے۔ اور بادشاہی کا رسا گلے میں
ڈال کر تم کو بے ایمانوں نمک
حراموں کا بادشاہ بنائیں گے۔

جعفر خان۔ میر قاسم! خدا کے واسطے

مجھ پر رحم کرو۔
قاسم۔ کیا تو نے رحم کھایا تھا۔ جب تو نے سلطان کی مخبری کی؟ کیا تو نے رحم کیا تھا۔ جب تو نے انگریزی فوج کو دوسرا راستہ بتایا؟ کیا تو نے رحم کھایا تھا۔ جب تو نے دریا سے اس پار آنے کا بھید انگریزوں کو بتادیا۔ کیا تو نے رحم کھایا تھا جب تو نے فصیل پر انگریزی فوج کو چڑھایا؟ کیا تو نے رحم کھایا تھا۔ جب تو نے مجھ پر حملہ کیا؟
جعفر خاں۔ معاف کرو۔ مجھے بخشدو مجھ سے غلطی ہوگئی۔
قاسم۔ بے ایمان تیری بے ایمانی نے غضب کردیا۔ دکن کی سلطنت کو خاک میں ملادیا۔ ملک غیروں کے ہاتھ چلا گیا۔ او بے ایمان تو نے اپنے لالچ کے لئے اتنا ستم کیا بس تیری سزا یہی ہے۔
جعفر خاں۔ میر صاحب۔ خدا کے واسطے رسول کے واسطے مجھ پر رحم کرو۔
قاسم۔ بدذات۔ ناپاک۔ بے رحم۔ پُرجفا۔ مجھے تجھ پر ہرگز رحم نہیں آتا۔ میں تجھے پھانسی پر لٹکا کر ٹیپو کی رُوح کو خوش کروں گا۔ نرسنگداس وقت تنگ ہے۔ جلدی اُس کو تختہ پر کھڑا کردو۔ اور رسّہ اُس کے گلے میں ڈال دو۔
(دونوں پکڑ کر اُسے تختہ پر کھڑا کرتے ہیں۔)
قاسم۔ کچھ کہنا ہے تو کہہ لے اور خدا سے دعا مانگ لے۔
جعفر۔ میں نے کیا کہنا ہے بیوفائی اور نمک حرامی کی سزا پاتا ہوں۔ لالچ کا خمیازہ بھگتتا ہوں۔ میرا دین بھی گیا۔ اور دنیا بھی گئی۔ دھوبی کا کُتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ میرا دونوں جہاں میں مُنہ کالا۔ قبر بھی مجھے نہیں سنبھالے گی۔ خدا سے میں کس مُنہ سے دُعا کروں۔ میرے لئے دوزخ تیار ہے۔ بیوفائی نمک حرامی۔ اور غداری کا انجام یہی ہونا ہے۔ بس۔

(سب گاتے ہیں)

جن کے دلوں میں ملت اور ملک کا غم ہی
وہ دیکھ لیں یہ پھانسی انکی ہی سزا ہے

ٹیپو سا شاہ جری جب اٹھ گیا جہاں سے
ہاں اے دکن کے لوگو پھر لطفِ زیست کیا ہے

چمکیگی تارا بن کر ٹیپو کی روح فلک پر
جو جنگ میں گرا ہے وہ عرش پر چڑھا ہے

زندہ رہیگا نام ٹیپو سدا جہاں میں
جو ملک پر مرا ہے وہ جیتا جاگتا ہے

غلطی سے اہل دولت اچھے بنے ہوئے ہیں
اچھا وہی بشر ہے جو درد آشنا ہے

یہ کیا چلن ہے سوچو ہندوستان والو
غیروں سے آشتی ہے اپنوں سے مخمصہ ہے

اغیار سے لڑائی غیور کا ہے شیوہ
بھائی سے بھائی لیکن اس ملک میں لڑا ہے

خود غرضیوں نے آخر سب کو مٹا کے چھوڑا
طوقِ غلامی سب کی گردن میں آ پڑا ہے

دردِ غلامی یارو مشکل سے دور ہوگا
کہتے ہیں موت جسکو اس درد کی دوا ہے

کھوئے گئے وہ دوزخ میں یزیدی ظالم
اور اہل دل کی خاطر جنت کا در کھلا ہے

شیدائے قوم میں اور یزیدوں میں فرق دیکھو
وہ اوج پر چڑھے میں پھانسی پہ یہ چڑھا ہے

(سپاہی تختہ کھینچتا ہے اور جعفر پھانسی پا جاتا ہے)

ڈراپ سین

علمی، تاریخی، سیاسی اور صحفتی مضامین کی اشاعت کرنے والا

ماہوار رسالہ

وصی

قیمت سالانہ للعہ نمونہ کا پرچہ ۸

کونٹ آف مانٹی کرسٹو

موتیوں کا جزیرہ

چار ضخیم جلدیں حجم ۱۲۵۰ صفحہ
قیمت مجلد صہ مجلد صہ

چار ضخیم جلدیں حجم ۱۲۵۰ صفحہ
قیمت مجلد صہ مجلد صہ

فرانس کی تاریخ کا نہایت دلچسپ زمانہ جب نپولین بونا پارٹ نے البا سے واپس آکر دوبارہ فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ اردو زبان میں ترجمہ کا دلچسپ اور سبق آموز کوئی ناول نہیں ہے*

مسٹریز آف دی کورٹ آف رشیہ

دربار روس کے اسرار

پورس غاصب کا زمانہ پرنس ٹرینس جائز وارث تخت و تاج اور اس کے مددگاروں کی خفیہ سازشیں اور خفیہ پولیس کے کارنامے امرا اور امیر لیڈیوں کے دلچسپ حالات کامل دو جلدیں عہ

محب وطن حب الوطنی۔ استقامت۔ استقلال کی عکسی تصویر قیمت ۔۔ ۸؍

جنٹلمین چور آجکل کی دوستی کا فوٹو۔ زمانہ کی راہ و رسم سے واقفیت قیمت ۸؍

خونی وزیر یورپ میں پولیٹیکل اغراض کیطرح عدل و انصاف قربان کیا جاتا ہے۔ عہ؍

ظالمانہ حکومت کا خاتمہ ۱۲؍

زہریلا درخت قیمت عہ

تاریخ اسلام
خلافت عظمیٰ

مؤلفہ

منشی غلام قادر صاحب فصیح

(۱) نہایت محنت، تحقیق اور علامہ مسعودی کے انداز اور جدید طرز پر لکھی گئی ہے (۲) زبان شستہ و شگفتہ طرزِ بیان دلچسپ و دلکش (۳) فتح شام و عراق جیسی دلآویز اور بدیع المثال انداز بیان میں روشنی ڈالی گئی ہے وہ فصیح صاحب کی خصوصیات میں سے ہے (۴) ایران کی ابتدائی تاریخ اور فراعنہ مصر حالات نہایت لطیف پیرایہ میں مذکور ہیں (۵) حضرت خالد بن ولید (سیف اللہ) عبیداللہ بن جراح (فاتح شام)، عمرو بن عاص (فاتح مصر) عبداللہ بن زبیر (فاتح طرابلس) اور تمام جانبازانِ اسلام کے حیرت انگیز کارنامے نہایت تفصیل سے بیان ہوئے ہیں (۶) یورپین مورخوں کی غلطیوں اور غلط فہمیوں کو نہایت عمدگی سے رفع کیا گیا ہے (۷) خلفائے عظام کی لائف پر علیحدہ علیحدہ مبسوط ریویو کوئی اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتا۔ **ہمارا دعوےٰ ہے** کہ اردو زبان میں ایسی شاندار اور دلچسپ تاریخ **اسلام** آجتک نہیں لکھی گئی۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ مولانا مولوی عبداللہ العمادی۔ سید ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیب النسواں اور تمام اہل الرائے اصحاب نے پسند فرما کر رائے دی ہے (نہایت ضروری مفید اور برمحل شائع ہوئی ہے۔ اور ہماری تمام موجودہ ضروریات کی کفیل ہے"

پیارے ولی کے پیارے حالات سوانح عمری حضرت غوث الاعظم حجم صفحہ ۲۴۸ علم تصوف اور سلوک میں ایک مرشد اور رہنما ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے .... ۱؍۴